سیرت طیبہ

اردو ترجمہ سیرت ابن حبان

مترجم: مولانا منتا ... م

حافظ ابو حاتم محمد بن حبان بجستان سے تعلق رکھتے ہیں، اور ماہر انساب و اسماء الرجال مانے جاتے ہیں۔ آپ کی تحریر و تحقیق فرمودہ کتب کے حوالے سے حدیث، تاریخ اور اسماء الرجال پر تیس سے زائد نام ملتے ہیں۔ ان کتب میں کتاب الثقات اہم ترین کتاب ہے، جس کا ابتدائی حصۂ سیرت بعض اہم معلومات پر مشتمل ہے۔ اسی خصوصیت کی بنا پر یہ حصہ دو الگ الگ حضرات کی تحقیق و تدوین کے ساتھ دو جداگانہ ایڈیشن کی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ اس حصے کی اہمیت کی بنا پر اس کا ترجمہ شائع کیا جا رہا ہے۔ اس شمارے میں ترجمے کی پہلی قسط پیش خدمت ہے۔ ادارہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت

بغداد کے صوفی احمد بن حسن نے یحیٰی بن معین اور انہوں نے حجاج بن محمد، اور انہوں نے یونس بن ابو اسحاق اور انہوں نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت عام الفیل میں ہوئی۔ (۱)

ابو حاتم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ۱۲ ربیع الاول، پیر کے روز (۲) سنۂ فیل کے اس دن پیدا ہوئے جب اللہ تعالیٰ نے اصحاب الفیل پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ نازل فرمائے۔

واقعۂ اصحاب فیل

فیل یعنی ہاتھیوں کا قصہ یوں ہے کہ ایک حبشی نژاد ابرہہ نامی بادشاہ ملک یمن پر قابض ہوا، صنعا میں اس نے قُلّیس (۳) نام کا کنیسہ بنایا، اس کا خیال تھا کہ اسے عربوں کی عبادت گاہ بنا لے گا، اس نے قسم کھائی کہ میں کعبے پر حملہ کر کے اسے منہدم کر دوں گا۔ ذونفر نامی حمیر کے بادشاہ جو ابرہہ کا باج گذار تھا، ابرہہ کو اس ارادے سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی، تاہم ان کے مابین جنگ ہوئی، ابرہہ نے شکست فاش دی اور اسے قیدی بنا لیا۔ (۴) ذونفر کو جب ابرہہ کے روبرو پیش کیا گیا تو اس نے منت سماجت

کرتے ہوئے کہا کہ اے بادشاہ! مجھے قتل نہ کرو، میرے زندہ رہنے میں تمہارا زیادہ فائدہ ہے۔ ابرہہ نے اسے قتل نہیں کیا، بل کہ بیڑیاں پہنا کر قیدی بنالیا۔

لاؤلشکر کے ساتھ کعبے کی جانب بڑھتے ہوئے قبیلہ خثعم کے علاقے کے قریب پہنچا تو نفیل بن حبیب خثعمی اور دیگر قبائل یمن ابرہہ کا مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں آئے، گھمسان کی جنگ ہوئی، ابرہہ نے شکست دی اور نفیل کو گرفتار کرلیا۔ نفیل نے التجا کی کہ اے بادشاہ! میں سرزمین عرب کے راستوں سے خوب واقف ہوں، مجھے قتل نہ کرو، میرے دونوں ہاتھوں کو میری قوم کی طرف سے اپنی اطاعت میں قبول کرو۔ ابرہہ نے اسے قتل نہ کیا اور نفیل ایک راہ رو کے فرائض انجام دینے لگا۔ طائف پہنچے تو مسعود بن معتب، ثقیف کے سربرآوردہ لوگوں کے ہم راہ نفیل کی معیت میں حاضر ہوکر کہنے لگا کہ اے بادشاہ! ہم آپ کے غلام ہیں، ہمارے مابین کوئی اختلاف نہیں، آپ جس ارادے سے نکلے ہیں، ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں، آپ تو مکے میں بیت اللہ کو منہدم کرنے نکلے ہیں، خیر سگالی کے طور پر ہم آپ کے ساتھ راہ دکھلانے والا بھیجنا چاہتے ہیں۔ یہ کہہ کر ابرہہ کے ساتھ انہوں نے اپنا ایک آزاد کردہ غلام ابورغال کردیا۔ مقام مغمس (۵) پر ابورغال کو اجل نے آلیا، یہ وہی ابورغال ہے جس کی قبر پر پتھر برسائے جاتے تھے، ابرہہ نے مقام مغمس سے اسود بن مقصود نامی شخص کو گھڑسواروں کے جھتے کے ساتھ آگے روانہ کیا۔ اس نے اہل حرم کو اپنے ساتھ ملالیا اور مقام اراک میں عبدالمطلب کے دوسو اونٹوں پر قبضہ کرلیا۔

ابرہہ نے حناطہ حمیری کو اہل مکہ کی طرف قاصد بنا کر بھیجتے وقت تاکید کی کہ (مکے پہنچ کر) سب سے بڑے سردار کے بارے میں دریافت کرنا، اسے بتانا کہ میں لڑنے نہیں آیا، بل کہ اس گھر کو گرانے آیا ہوں۔ حناطہ مکہ آیا اور عبدالمطلب سے مل کر کہنے لگا کہ بادشاہ نے مجھے تمہارے پاس یہ بتانے کے لیے بھیجا ہے کہ میں تم سے لڑنے نہیں آیا، اگر تم نے لڑنے میں پہل کی تو ضرور لڑوں گا، بادشاہ صرف یہ گھر گرانے آیا ہے، اسے منہدم کرکے وہ واپس چلا جائے گا۔ عبدالمطلب نے کہا کہ ہم میں اس سے لڑنے کی سکت نہیں، مزید کہا کہ ہم اس کے اور بیت اللہ کے درمیان سے ہٹ جائیں گے، بہ خدا! اگر اللہ بھی ان دونوں کے درمیان سے ہٹ جائے تو ہمارے پاس طاقت کہاں! حناطہ نے کہا: میرے ساتھ بادشاہ کے دربار میں چلیے۔ حناطہ کہتا ہے کہ عبدالمطلب میرے ساتھ روانہ ہوئے، لشکر گاہ پہنچے تو ذونفر ملاقات کے لیے چلا آیا، ذونفر اور عبدالمطلب کے درمیان دوستی تھی، عبدالمطلب نے کہا کہ اے ذونفر! کیا اس مصیبت میں تم ہمارے کسی کام آسکتے ہو؟ ذونفر نے کہا: ایک قیدی کیا کام دے سکتا ہے، جسے یہ بھی پتا نہیں کہ اسے صبح قتل کردیا جائے گا یا شام کو۔ لیکن میں ہاتھیوں کے رکھوالے انیس کو تمہارے بارے میں بتادوں گا کہ جس قدر

ممکن ہو، وہ تمہیں بادشاہ کے سامنے بڑا بنا کر پیش کرے۔ حناطہ کہتا ہے کہ انیس کو پیغام بھیج کر بلوایا گیا، ذو نفر نے انیس سے کہا کہ یہ قریش کے سردار، مکے کے وہ معزز فرد ہیں، جو ہم وار زمین میں انسانوں کو اور پہاڑوں میں وحشی جانوروں کو کھانا فراہم کرتے ہیں، بادشاہ نے ان کے دو سو اونٹوں پر قبضہ کرلیا ہے، اگر بادشاہ کے ہاں تم ان کی دادرسی کرسکو تو کرلو، کہ یہ میرے دوست ہیں۔ انیس ابرہہ کے پاس آیا اور کہا: اے بادشاہ! یہ قریش کے سردار اور مکے کے وہ شخص ہیں، جو انسانوں کو ہم وار زمین میں اور جانوروں کو پہاڑوں میں کھانا کھلاتے ہیں، آپ کے دربار میں آنے کی اجازت چاہتے ہیں، میری خواہش ہے کہ آپ انہیں اجازت مرحمت فرمائیں کہ وہ آپ کے دشمن بن کر نہیں آئے۔ یہ سن کر ابرہہ نے اجازت دے دی۔

ابرھہ اور عبدالمطلب کی ملاقات

عبدالمطلب بڑے ڈیل ڈول کے خوب صورت آدمی تھے، ان پر نظر پڑتے ہی ابرہہ کے دل میں ان کی عظمت گھر کرگئی۔ ان کا اعزاز و اکرام کیا، اپنے ساتھ پا تخت کے نیچے بٹھانا مناسب نہ لگا تو خود نیچے اتر کر قالین پر عبدالمطلب کے ساتھ بیٹھ گیا۔ عبدالمطلب نے کہا کہ اے بادشاہ! میرا بہت سامال آپ کے ہاتھ لگا ہے، اسے لوٹا دیجیے۔ ابرہہ نے کہا کہ تمہیں دیکھتے ہی میرے دل میں پسندیدگی کے جذبات پیدا ہوئے تھے، اب وہ بالکل معدوم ہوگئے ہیں۔ عبدالمطلب نے پوچھا: کیوں؟ کہا: میں اس گھر کو منہدم کرنے آیا ہوں، جو تمہارا اور تمہارے آباواجداد کا دینی مرکز ہے اور تمہاری ہیبت وقوت کا نشان، اس کے بارے میں تم کوئی بات نہیں کرتے! تمہیں صرف ان دو سو اونٹوں کی پرواہے، جو میرے ہاتھ لگے ہیں! عبدالمطلب نے کہا کہ میں ان اونٹوں کا مالک ہوں (اسی لیے مجھے ان کی فکر ہے) اس گھر کا (بھی) ایک مالک ہے، جو (خود) اس کی حفاظت کرے گا۔ ابرہہ نے کہا کہ وہ اسے میرے ہاتھوں سے نہیں بچا سکتا۔ عبدالمطلب نے کہا: تم جانو اور وہ جانے! راوی کہتا ہے کہ ابرہہ نے اونٹ واپس کرنے کا حکم دے دیا۔

یہاں سے جا کر عبدالمطلب نے قریش کو سارا ماجرا سنایا۔ حکم دیا کہ سب گھاٹیوں میں روپوش ہو جائیں۔ دوسری صبح ابرہہ نے مغمس میں لشکر کو حملے کے لیے تیار کیا، اپنے ہاتھی کو آگے لا کر اس پر ضروری چیزیں رکھیں، خود ایک جانب کھڑے ہو کر جائزہ لیتا رہا۔ ہاتھی کو جب آگے بڑھانے کی کوشش کی تو ہاتھی ایک جگہ جم گیا، گویا کہ زمین پر گھٹنوں کے بَل گرنے والا ہے، ہتھوڑے سے اس کا سر بجایا گیا، لیکن ہاتھی ٹس سے مس نہ ہوا، ناک اور بغلوں میں آہنی آنکڑا ڈال کر آگے بڑھانے کی کوشش کی گئی، ہاتھی میں پھر بھی کوئی حرکت پیدا نہیں ہوئی۔ لوگوں نے اس کا رخ یمن کی طرف کیا تو فوراً کھڑا ہو کر دوڑنے لگا، مکے کی

طرف منہ پھیرا تو پھر ٹھہر گیا، تھک ہار کر ہاتھی کو چھوڑ دیا گیا، ہاتھی نے پہاڑوں میں چھپ کر پناہ لی، اتنے میں اللہ تعالیٰ نے بحر (قلزم) کی طرف سے پرندوں کے غول کے غول، گھنے درخت کی طرح بھیج دیے، ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں، ایک چونچ اور دو پنجوں میں، یہ کنکریاں چنے اور مسور کے برابر تھیں، یہ پرندے جب سارے لشکر پر چھا گئے تو کنکریاں گرانے لگے، یہ کنکریاں جسے بھی لگتیں، اسے ہلاک کر دیتیں، پورا لشکر بہ یک وقت ہلاک نہیں ہوا۔ قرآن کریم میں یہ واقعہ یوں بیان ہوا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ○ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِىْ تَضْلِيْلٍ○ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ○ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ○ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ○ (٦)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے اصحاب فیل کے ساتھ کیا کیا؟ کیا ان کی تمام تدابیر کو ناکام نہیں بنادیا، اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے (جو) ان پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے، پھر ان کو (اللہ نے) کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کو ایک جسمانی بیماری میں مبتلا کر دیا، لشکر کے سب آدمی مختلف اطراف میں بھاگ گئے، ابرہہ کی انگلیوں کی پوریں گل گل کر گرتی رہیں، ایک پور گرتی تو خون اور پیپ کی دھاریاں بہنے لگتیں، یمن پہنچا تو اپنے دیگر لشکریوں کی طرح انڈے سے نکلا ہوا چوزا معلوم ہوتا تھا، اسی حالت میں ابرھہ کی موت واقع ہوئی۔ (۷) ابرہہ کے مرنے کے بعد یکسوم بن ابرہہ تخت نشین ہوا۔ یہ ہے ہاتھی کا قصہ۔ اس سال کو عام الفیل کہا جاتا ہے۔

نسب النبی ﷺ

بیت المقدس کے رہنے والے عبد اللہ بن محمد بن سالم، عبد الرحمٰن بن ابراہیم سے، وہ ولید بن مسلم سے، وہ اوزاعی سے، وہ شداد ابو عمار سے اور وہ واثلہ بن اسقع سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل میں کنانہ کو چنا، کنانہ میں سے قریش کو منتخب کیا، قریش میں سے بنو ہاشم کا انتخاب کیا، اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب کیا، پس میں سید البشر ہوں اور اس پر فخر نہیں کرتا، میں وہ پہلا شخص ہوں، جو حشر میں سب سے پہلے زمین سے اٹھے گا، میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور میری سفارش سب سے پہلے قبول ہونے والی ہے۔ (۸)

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عدنان تک آپ ﷺ کا نسب نامہ صحیح روایات سے ثابت ہے، عدنان کے بعد

کے لیے میرے پاس کوئی قابل اعتماد روایت نہیں، البتہ میں ان مؤرخین کا بھی آپس میں اختلاف ذکر کروں گا، جو ماہرین انساب تصور نہیں کیے جاتے۔

والد ماجد کی طرف سے نسب نامہ

آپ ﷺ کا نسب یوں ہے: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب، عبدالمطلب کا نام شیبہ ہے، بن ہاشم، ہاشم کا نام عمرو ہے، بن عبد مناف، عبد مناف کا نام مغیرہ ہے، بن قصی، قصی کا نام زید ہے، بن کلاب، ان کا نام مہذب ہے، بن مرہ، بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر (یہی قریش ہیں) بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

یہاں تک ماہرین انساب کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، عدنان سے ابراہیم تک اختلاف ہے۔

بعض کے بہ قول عدنان کے بعد نسب یوں ہے: عدنان بن ادد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعقوب بن نبت ابن نابت بن انوش بن اسائیل بن ابراہیم خلیل الرحمٰن بن آزر۔

بہ قول بعض: عدنان بن ادد بن ہمیسع بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم بن آزر۔

بہ قول بعض: عدنان بن ادد بن سحب بن ایوب بن قیدر بن اسماعیل بن ابراہیم بن آزر۔

بہ قول بعض: عدنان بن ادد بن امین بن شاجب بن ثعلبہ بن عتر بن یریح ابن محلم بن العوام بن محتمل بن دائمہ بن عیقان بن علہ بن شحدود بن ظریف بن عبقر بن اسماعیل بن ابراہیم بن آزر۔

دیگر بعض کے نزدیک: عدنان بن ادد بن عوج بن معطم بن طمح بن قسود بن عبور بن دعدع بن محمود بن زائد بن بدان بن درس بن حص بن نزال بن قاسم بن جشر بن معدد بن صیفی بن نبت بن قیدر بن اسماعیل بن ابراہیم بن آزر۔

ابراہیم علیہ السلام کے بعد کے نسب میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام کے بعد نسب مبارک یوں ہے: ابراہیم بن آزر بن ناحور بن شارغ بن راغ بن قاسم، جس نے حق داروں کے مابین ان کی جائداد تقسیم کی، بن معن بن ساتح بن رافد بن ساتح اور یہ سام بن نوح علیہ السلام ہیں۔

بہ قول بعض: ابراہیم بن آزر بن ناحور بن صاروح بن ارغو بن فالغ بن عابر بن ارفخشذ بن سام بن نوح۔

بہ قول بعض: ابراہیم بن آزر بن تارخ بن ناحور بن ساردح بن ارغو بن فالج بن عیر بن ساتح بن ارفخشد بن سام بن نوح۔

پھر نوح علیہ السلام کے بعد بھی نسب مبارک میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک نوح علیہ السلام

کے بعد نسب مبارک یوں ہے: نوح بن ملکان بن متوشلخ بن ادریس علیہ السلام، بن رائد بن مہلہل بن قنان بن طاہر بن ہبۃ اللہ بن شیث بن آدم۔

بعض کے بہ قول: نوح بن لامک بن متوشلخ بن خنوخ، یہ اللہ کے نبی ادریس علیہ السلام ہیں، بن یارز بن مہابیل بن قبش بن انش بن شیث بن آدم۔

بہ قول بعض: نوح بن لامک بن متوشلخ بن خنوخ بن یارز بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم۔

بہ قول بعض: نوح بن لامک بن متوشلخ بن مہلیل بن قینین بن یانش بن شیث بن آدم۔

والدہ مکرمہ کی طرف سے نسب نامہ

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نسب یہ ہے: آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب۔ عبد یغوث بن وہب کے سوا حضرت آمنہ کا کوئی بھائی نہ تھا کہ آپ ﷺ کا ماموں بنتا تاہم بنو زہرہ خود کو آپ ﷺ کا ننھیالی خاندان کہتے ہیں، کیوں کہ آپ کی والدہ ماجدہ ان ہی میں سے تھیں۔

حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ کی والدہ کا نام: مرہ بنت عبد العزیٰ بن عثمان بن عبد الدار بن قصی تھا۔ مرہ کی والدہ کا نام: ام حبیب بنت اسد بن عبد العزیٰ بن قصی تھا۔ ام حبیب کی والدہ کا نام: برہ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لؤی تھا۔ یہ آپ ﷺ کی نانی کی طرف کا خاندان ہے۔

آپ ﷺ کے نانا کی والدہ کا نام اور خاندان کا نسب یوں ہے: وہب بن عبد مناف بن زہرہ کی والدہ کا نام: قیلہ بنت ابی قیلہ تھا۔ قیلہ کے والد کا نام: فہر بن غالب بن حارث، اور یہ غبشان کے نام سے بھی موسوم تھے، جنہیں ابو کبشہ کے نام سے عار دلائی جاتی تھی، قریش نے بھی آپ ﷺ پر اس نام کی پھبتی کسی تھی، ابو کبشہ کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ فہر پہلے مشرک تھے، شام کے سفر سے لوٹنے کے بعد نصرانی ہو گئے اور اپنا آبائی دین ترک کر دیا، اسی لیے قریش نے آپ ﷺ کو بھی فہر کی طرح اپنا آبائی دین چھوڑنے پر یہ نام لے کر عار دلائی۔

قیلہ کی والدہ کا نام: خالدہ بنت عابس بن کرب بن حارث بن فہر تھا۔ عبد مناف اور زہرہ کی والدہ، یعنی آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی دادی کا نام: جمل بنت مالک بن سعد بن سعد بن ملیح تھا۔ جمل کی والدہ: سلمی بنت حیان بن غنم تھیں۔ زہرہ بن کلاب کی والدہ، یعنی آپ ﷺ کی دادی کی دادی کا نام: فاطمہ بنت سعد بن سیل بن حرب تھا اور ان کی والدہ طریفہ بنت قیس بن ذوالرأسین بن عمرو بن قیس بن

عیلان تھیں۔

آپ ﷺ کی دادی، یعنی عبداللہ بن عبدالمطلب کی والدہ کا نام عاتکہ بنت ارقص بن مالک بن زہرہ تھا اور یہ نسب مبارک میں عاتکہ کے نام سے آنے والی خواتین میں پہلی خاتون ہیں۔

عبدالمطلب بن ہاشم کی والدہ کا نام: سلمی بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار ہے۔

ہاشم بن عبدمناف کی والدہ کا نام: عاتکہ بنت مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ تھا، یہ دوسری عاتکہ ہیں، اور یہ ہاشم بن عبدمناف، مطلب بن عبدمناف اور عبدشمس بن عبدمناف کی والدہ ہیں۔

ہاشم کو ہاشم اس لیے کہا جاتا تھا کہ انہوں نے سب سے پہلے اپنی قوم کے لیے ثرید بنائی تھی:

عمرو العلی هشم الثرید لقومه

ورجال مکه مسنتون عجاف

عمرو علا نے اپنی قوم کے لیے سب سے پہلے ثرید بنائی، اس وقت جب کہ مکے کے لوگ قحط سالی میں مبتلا تھے۔

ہاشم کا نام عمرو علا تھا۔

عبدمناف بن قصی کی والدہ کا نام حبی بنت حلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن خزاعۃ تھا، یہ قصی بن کلاب کی اولاد عبدالدار اور عبدالعزیٰ کی والدہ تھیں۔

قصی کی والدہ فاطمہ بنت سعید بن سیل بن حرب بن حمالہ بن عوف بن ازد ہیں، قصی کو مجمع بھی کہا جاتا تھا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے فہر کے قبائل کو جمع یعنی متحد کیا۔

کلاب بن مرہ کی والدہ ہند بنت سریر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنانہ تھیں، یہ مرہ کے دونوں بیٹوں، یعنی ابن مرہ اور یقظہ کی والدہ تھیں۔

مرہ بن کعب کی والدہ مخشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر تھیں، اور بعض کے بہ قول ان کا نام وحشیہ بنت محارب بن فہر تھا۔

کعب بن لؤی کی والدہ ماویہ بنت کعب بن قین بن اسد بن وبرہ تھیں۔

لؤی بن غالب کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو بن عامر بن حارثہ بن خزاعہ تھیں۔

غالب بن فہر کی والدہ عاتکہ بنت یخلد بن نضر بن کنانہ تھیں، اور یہ بھی ایک عاتکہ ہیں، جو آپ کے نسب مبارک میں آتی ہیں، آپ ﷺ نے حنین کے دن فرمایا تھا کہ میں عواتک کا بیٹا ہوں۔(۹)

فہر بن مالک کی والدہ جندلہ بنت حارث بن عامر بن حارث جرہمی تھیں۔

مالک بن نضر کی والدہ کا نام عکرشہ بنت عدوان تھا، یہ عدوان حارث بن عمرو بن قیس بن عیلان ہیں۔

نضر بن کنانہ کی والدہ کا نام برہ بنت مر ہے، یہ تمیم بن مر کی بہن ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا نام و نسب یوں ہے: فکہہ بنت ہنی بن بلی۔ نضر کا نام قیس ہے، انہیں قریش اس لیے کہا گیا کہ قریش کا مطلب جمع کرنا ہے اور انہوں اپنے بکھرے خاندان کو جمع کیا۔

کنانہ کی والدہ کا نام عوانہ ہے، دوسری روایت کے مطابق ہند بنت سعد بن قیس عیلان ہے۔

خزیمہ بن مدرکہ کی والدہ کا نام سلمٰی بنت سعد بن قیس بن حاف بن قضاعہ ہے۔

مدرکہ بن الیاس کی والدہ خندف تھیں، ان کا نام ونسب یہ ہے: لیلٰی بنت حلوان بن عمران بن حاف بن قضاعہ۔ الیاس بن مضر کے تین فرزند تھے، عمرو، یہی مدرکہ ہیں، عامر، یہ طابخہ ہیں، عمیر، یہ قمعہ ہیں، ان سب کی والدہ خندف ہے۔

ان کے یہ نام پڑنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ بہت سے لوگ ان کی مدد کو آئے، اسی اثنا میں ان کے اونٹ خرگوش کی وجہ سے بدک کر بھاگنے لگے، انہیں پکڑنے کے لیے عمرو دوڑا اور اونٹوں کو پکڑ لیا، اس سے اس کا نام مدرکہ (یعنی پکڑنے والا) پڑا، عامر نے اونٹوں کو پکڑ کر نحر کیا اور مہمانوں کے لیے پکایا تو اس کا نام پکانے والا، یعنی طابخہ پڑ گیا، اور عمیر خوف کے باعث چھپا ہی رہا، بھائیوں کی مدد کو نہیں آیا تو اس کا نام چھپنے والا، یعنی قمعہ پڑ گیا۔ ماں بھی اونٹوں کی تلاش میں نکلی تو کسی نے کہا: این تخندفین ؟ یعنی کہاں چلی جا رہی ہو؟ تمہارے اونٹ تو مل گئے! یہیں سے اس کا نام خندف، یعنی ایک خاص انداز سے چلنے والی پڑ گیا۔

الیاس بن مضر کی والدہ کا نام ربابہ بنت ایاس بن معد تھا۔

مضر بن نزار کی والدہ کا نام سودہ بنت عک بن عدنان بن ادد تھا۔

نزار بن معد کی والدہ معانہ بنت جوش بن جلہمہ بن عمرو بن حلیمہ بن حرمیہ ہیں۔

معد بن عدنان کی والدہ کا نام مہددہ بنت جلحب بن جدیس تھا۔

عدنان بن ادد کی والدہ کا نام بلہا بنت ماعز بن قحطان تھا۔

آپ ﷺ کے آبا و اجداد کی ماؤں کے نسب کے بارے میں جس قدر جاننا ضروری ہے، بیان ان تمام تفصیلات کا احاطہ کرتا ہے۔

عبدالمطلب کی اولاد

عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے: عبداللہ بن عبدالمطلب، آپ ﷺ کے والد ماجد۔ عباس بن عبد المطلب، حمزۃ بن عبدالمطلب، مقوم بن عبدالمطلب، ان کا نام عبدالعزیٰ تھا، حارث بن عبدالمطلب، غیداق بن عبدالمطلب، ابولہب بن عبدالمطلب، ابوطالب بن عبدالمطلب، ان کا نام عبدمناف تھا۔

آپ ﷺ کے والد عبداللہ کی آپ کے سوا کوئی اولاد نہ تھی، نہ مذکر نہ مؤنث، آپ کی ولادت سے قبل ان کا انتقال ہوگیا تھا۔ عبداللہ اور ابوطالب ماں شریک بھائی تھے۔

زبیر بن عبدالمطلب کی کنیت ابوطاہر تھی، یہ قریش کے جلیل القدر سردار اور ماہر شہ سوار تھے۔ جنگوں میں مبارزت دیتے اور اچھے شعر کہتے تھے۔

عباس بن عبدالمطلب کی کنیت ابوالفضل تھی، دور جاہلیت میں سقایہ اور زمزم انہیں کے ذمے تھا، فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے انہیں یہ ذمے داریاں لوٹا دیں، آپ کی وفات مدینے میں ۸۸ سال کی عمر میں، سن ۳۲ھ، خلافت عثمان میں ہوئی۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (۱۰)

ضرار بن عبدالمطلب شعر کہا کرتے تھے، آمد اسلام سے قبل ان کی وفات ہوئی، ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔

حمزہ بن عبدالمطلب کی کنیت ابوعمارہ تھی۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے شیر تھے، ایک اور قول کے مطابق ان کی کنیت ابویعلیٰ تھی، غزوۂ احد میں ان کی شہادت ہوئی۔ جبیر بن مطعم کے غلام وحشی بن حرب نے انہیں شہید کیا، یہ واقعہ سن ۳ھ، شوال کے مہینے میں پیش آیا۔ حمزہ آپ ﷺ سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ (۱۱)

مقوم بن عبدالمطلب کا شمار قریش کے بڑے سرداروں میں ہوتا تھا، آمد اسلام سے پہلے ان کی وفات ہوگئی، ان کی بھی کوئی اولاد نہ تھی۔

ابولہب بن عبدالمطلب کی کنیت ابوعقبہ تھی۔ خوب صورتی کی وجہ سے اسے ابولہب کہا جاتا تھا، آنکھوں سے بھینگا تھا، آپ ﷺ کے چچاؤں میں یہی آپ کی دشمنی پر اترا، آپ سے حسد اور بغض رکھتا تھا، ایک پھوڑے کی وجہ سے غزوۂ بدر کے بعد اس وقت مرا، جب اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے مشرکین کو جنگ میں شدید زک پہنچائی ہے، اسی غم میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

حارث بن عبدالمطلب، عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے تھے، ان کا نام ہی ان کی کنیت تھی، یہ

عبد المطلب کے ساتھ زم زم کا کنواں کھودنے میں شریک تھے۔

غیداق بن عبد المطلب کا شمار بھی قریش کے بڑے سرداروں میں ہوتا تھا، یہ بھی لاولد تھے۔

ابو طالب بن عبد المطلب اور عبد اللہ بن عبد المطلب ایک ہی ماں کی اولاد تھے۔ ابو طالب، عبد المطلب کے جانشین تھے، عبد المطلب نے اپنے بعد انہیں ہی اپنی جائیداد کا نگراں اور آپ ﷺ کا متولی مقرر کیا تھا۔ عبد المطلب کی وفات کے بعد ابو طالب نے آپ ﷺ کا اسی طرح خیال رکھا، جیسے عبد المطلب رکھتے تھے۔ ہجرت رسول ﷺ سے تین سال اور چار ماہ قبل ابو طالب خالق حقیقی سے جا ملے۔

آپ ﷺ کی چھ پھوپھیاں تھیں، جو عبد المطلب بن ہاشم کی سگی بیٹیاں تھیں۔ ان میں سب سے بڑی عاتکہ بنت عبد المطلب تھیں، ان کے بعد امیمہ بنت عبد المطلب، اروی بنت عبد المطلب، بیضا بنت عبد المطلب، یہی ام حکیم ہیں، برہ بنت عبد المطلب اور صفیہ بنت عبد المطلب تھیں۔

عاتکہ بنت عبد المطلب کے شوہر کا نام ابوامیہ بن مغیرہ مخزومی تھا۔

امیمہ بنت عبد المطلب کے شوہر جحش بن رباب اسدی تھے۔

بیضا بنت عبد المطلب کے شوہر کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس تھے۔

برہ بنت عبد المطلب کے شوہر کا نام عبد الاسد بن ہلال مخزومی تھا۔

صفیہ بنت عبد المطلب کے شوہر عوام بن خویلد بن اسد تھے۔

اروی بنت عبد المطلب کے شوہر عمیر بن قصی بن کلاب تھے۔

زبیر بن عوام کی والدہ صفیہ کے سوا آپ ﷺ کی کوئی پھوپھی مشرف بہ اسلام نہ ہوئیں، ان کی وفات حضرت عمر بن خطاب کے دور خلافت میں ہوئی۔

آپ ﷺ کے ددھیالی رشتہ داروں کا یہ جامع تذکرہ ہے، ہر مسلمان کو اس قدر یاد رکھنا ضروری ہے۔

ظہور قدسی

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف کے بارے میں روایات میں آیا ہے کہ جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو آمنہ آپ کو لے کر عبد المطلب کے پاس آئیں، انہیں بتایا کہ حمل کے دوران انہوں نے خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے کہ تمہارے پیٹ میں اس امت کا سردار ہے! جب تم اسے جنم دے دو تو اس کا نام محمد رکھنا۔ یہ سن کر عبد المطلب آپ کو لے کر جوف کعبہ میں رکھے

ہبل کے پاس لے گئے، اس کے سامنے کھڑے ہو کر شکر گذاری کی اور دعائیں مانگیں، پھر آپ کو لے کر آمنہ کے پاس آئے اور ان کے حوالے کیا، آمنہ نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا مجھ سے نور نکل رہا ہے، جس کی روشنی میں شام کے محلات جگمگا رہے ہیں۔ (۱۲)

پھر عبد المطلب نے دودھ پلانے والی کی تلاش شروع کی، اور بنو سعد بن بکر کی حلیمہ بنت ابو ذؤیب نامی خاتون کو آپ ﷺ کو دودھ پلانے کی ذمے داری سونپی۔

ابو ذؤیب کا نام عبد اللہ بن حارث بن شجنہ بن جابر بن رزام بن ناصرہ بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر ہے۔ حلیمہ کے شوہر کا نام حارث بن عبد العزیٰ بن رفاعہ ہے، یہ بنو سعد بن بکر قبیلے سے ہیں۔ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی، جسے حلیمہ نے آپ کے ساتھ دودھ پلایا تھا، ان کا نام: عبد اللہ بن حارث بن عبد العزیٰ ہے۔ اس عبد اللہ کی دو سگی بہنیں ہیں، ایک انیسہ اور دوسری جذامہ بنت حارث بن عبد العزیٰ۔

حلیمہ کہتی ہیں (۱۳) کہ بنو سعد بن بکر کی خواتین کے ساتھ میں بھی شیر خوار بچوں کی تلاش میں مکے آئی، قحط کا سال تھا، میں ایک سفید، چمک دار گدھی پر سوار تھی، میرے ساتھ میرا شوہر اور ایک بوڑھی اونٹنی بھی تھی، جو بہ خدا ایک قطرہ دودھ بھی نہیں دیتی تھی، اور ایک بچہ بھی تھا، جس کے رونے کی وجہ سے ہم رات بھر سو نہیں سکتے تھے، میرے پستانوں میں اتنا دودھ نہیں اترتا تھا، جس سے یہ بچہ سیراب ہو جاتا۔ ہم جب مکے پہنچے تو صورت حال یہ تھی کہ کوئی خاتون ایسی نہ تھی، رسول اللہ ﷺ کو جسے دینے کی کوشش نہ کی گئی ہو، لیکن ہر ایک انکار کر دیتی، وجہ یہ تھی کہ ہم میں ہر ایک شیر خوار بچے کے والد سے جود وسخا کی امید رکھتی تھی اور آپ یتیم تھے، تو ہمیں خیال آتا کہ اس کی ماں کیا دے سکتی ہے؟ اس لیے ہم اسے لینے سے انکار کر دیتے۔ صورت حال یہ ہو گئی کہ میری سہیلیوں میں سے ہر ایک نے بچہ لے لیا سوائے میرے، مجھے اچھا نہ لگا کہ سب بچہ گود لے لیں اور میں خالی ہاتھ لوٹوں، میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ بہ خدا! میں اس یتیم کے پاس جا کر اسے لے آؤں گی۔

حلیمہ کہتی ہیں کہ انہیں لے کر میں اپنی سواری کی طرف لوٹی، میرے شوہر نے کہا کہ بہ خدا! تو نے بہت اچھا کام کیا، ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسی میں خیر کا کوئی سامان فرما دیں۔ کہتی ہیں: اللہ کی قسم! میرا آپ کو گود میں لینا تھا کہ میرے پستانوں میں دودھ بھر آیا، آپ نے خوب سیر ہو کر پیا، آپ کے رضاعی بھائی نے بھی سیر ہو کر پیا۔ میرے شوہر بوڑھی اونٹنی کے پاس دودھ دھونے کے لیے رات کے وقت گئے تو اس کے تھن بھی دودھ سے بھرے ہوئے تھے، انہوں نے دودھ دوہا، میں نے اور انہوں نے خوب سیر ہو کر پیا، ہم نے

رات پر سکون گذاری، بچہ بھی سیرابی کی وجہ سے سو گیا، میرے شوہر نے کہا: اللہ کی قسم! اے حلیمہ، تم ایک مبارک وجود کو گود لے چکی ہو۔

کہتی ہیں کہ ہم گھر لوٹنے کے لیے روانہ ہوئے، اللہ کی قسم! میری گدھی سارے قافلے سے اس قدر آگے نکل گئی، اہل قافلہ حیران ہو کر کہنے لگے: اے حلیمہ! ذرا ٹھہرو، کیا یہ وہی گدھی نہیں جس پر تم آئی تھیں؟ میں نے کہا کہ بہ خدا! یہ وہی ہے۔ ہم بنو سعد بن بکر کے علاقے میں پہنچ گئے، کہتی ہیں کہ ہم آئے تو قحط کی پہلی سی حالت تھی، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں حلیمہ کی جان ہے، میرے چرواہے کی طرح دوسرے لوگ بھی اپنے جانوروں کو چرانے کے لیے صبح کے وقت لے جاتے، شام میں میری بھیڑ بکریاں فربہ، سیر اور دودھ سے سیراب لوٹتیں، دوسروں کی بھوک سے مرنے کے قریب ہوتیں، ہم خوب دودھ پیتے، شہر کے دوسرے لوگ ایک قطرہ تک نہ دوھ سکتے، نہ انہیں قطرہ بھر دودھ ہی ملتا۔

کہتی ہیں کہ لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ نامرادو! وہاں کیوں نہیں چراتے، جہاں حلیمہ کا چرواہا چراتا ہے؟ کہتی ہیں کہ پھر وہ بھی اسی گھاٹی میں جانور چراتے جہاں ہمارے جانور چرتے، تب بھی ان کے جانور بھوکے، قریب المرگ حالت میں، اور میرے جانور بھرے پرے دودھ سے لبریز لوٹتے۔ کہتی ہیں کہ آپ کی دنوں میں اتنی نشو ونما ہوتی، جتنی دوسرے بچوں کی مہینوں میں ہوتی ہے، اور مہینے میں اتنی نشو ونما ہوتی، جتنی دیگر بچوں کی سال میں ہوتی ہے۔

جب دو سال کے ہو گئے تو میں انہیں لے کر آمنہ کے پاس آئی، آمنہ نے کہا کہ میرے اس بچے کی نرالی شان ہوگی، بہ خدا! میں نے اس سے زیادہ ہلکا حمل محسوس نہیں کیا، حمل کے دوران میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا، جس نے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں تک روشن کر دیں، یا کہا کہ جس سے بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے، پھر میں نے انہیں جنا تو بہ خدا! عام بچوں کی طرح ان کی پیدائش نہیں ہوئی، آپ ہاتھوں کے بل زمین پر آئے، آپ کا سر آسمان کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ ابھی کچھ عرصہ تم انہیں خود سے جدا نہ کرو۔ یہ سن کر حلیمہ نے آپ ﷺ کو لیا اور دونوں گھر لوٹ گئے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے ابوا میں وفات پائی، آپ اس وقت چار سال کے تھے۔ دادا نے آپ کی کفالت کا ذمہ لیا، عبد المطلب والدین کی طرح شفیق ثابت ہوئے، جب آپ آٹھ سال کی عمر کو پہنچے تو عبد المطلب بھی داغ مفارقت دے گئے، انہوں نے وفات پانے سے قبل ابو طالب کو آپ کا سرپرست مقرر کیا۔ ابو طالب کا نام عبد مناف بن عبد المطلب تھا، انہیں متولی اور سرپرست بنانے کی وجہ یہ تھی کہ ان کی اور عبد اللہ کی والدہ ایک تھیں، عبد المطلب کے بعد اب یہی آپ کی بلوغت اور

جوانی تک جملہ امور نگہداشت کے نگران قرار پائے، ابو طالب جب آپ ﷺ کو دیکھتے تو یہ شعر پڑھتے:

فشق له من امه ليجله

فذو العرش محمود وهذا محمد

(استیعاب میں ابن عبد البر نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ عبد المطلب نے آپ ﷺ کی پیدائش کے ساتویں دن ختنہ کروایا، عظیم الشان دعوت کا اہتمام کیا، اور آپ کا نام محمد رکھا۔ یہ روایت ذکر کرنے کے بعد عبد البر لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن ایوب کا کہنا ہے کہ ابن ابی سری عسقلانی کے علاوہ ہم نے یہ حدیث کسی کے پاس نہیں پائی، کہتے ہیں کہ مشہور روایت میں یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مختون اور مسرور (یعنی زیر ناف بال ترشے ہوئے) پیدا ہوئے)۔

سفر شام کا بیان

حسن بن سفیان نے ہم سے بیان کیا ہے کہ ابو بکر بن ابی شیبہ نے قراد ابو نوح سے، انہوں نے یونس ابن ابی اسحاق سے، انہوں نے ابو بکر بن ابو موسیٰ سے اور وہ ابو موسیٰ (۱۴) سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اور دیگر شیوخ قریش کے ہم راہ ابو طالب سفر شام پر روانہ ہوئے، راہب کے قریب پہنچنے پر قافلہ رک گیا اور لوگ سواریوں کو کھولنے لگے، اچانک راہب نکلا، جب کہ اس سے قبل قافلے یہاں ٹھہر کر گذر جاتے تھے، لیکن نہ وہ نکلتا تھا اور نہ لوگوں کی طرف التفات کرتا تھا، وہ آیا تو دیکھا کہ لوگ سامان سفر کھول اور چٹائیاں بچھا رہے ہیں، لوگوں کے درمیان سے گذرتا ہوا وہ آپ ﷺ کے قریب پہنچا، آپ کا ہاتھ تھام کر کہنے لگا کہ یہ دونوں جہانوں کے سردار ہیں، یہ رب العالمین کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گا۔

قریش کے شیوخ نے پوچھا کہ تمہیں اس کا کیسے علم ہوا؟ کہنے لگا کہ جب تم گھاٹی سے چڑھ کر اوپر کی طرف آرہے تھے تو کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا، جو سجدے میں نہ گرا ہوا ہو، یہ سوائے نبی کے کسی کو سجدہ ریز نہیں ہوتے، کندھے کی ہڈی کے نیچے سیب کے بہ قدر مہر نبوت سے بھی میں انہیں پہچان گیا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے ضیافت کا بندوبست کیا، جب کھانا لے کر قافلے والوں کے پاس آیا تو آپ ﷺ اونٹوں کے ریوڑ میں تھے، آپ کی طرف بلاوا بھیجا گیا تو قاصد نے دیکھا کہ بادل آپ پر سایہ کیے ہوئے تھا، راہب کہنے لگا کہ دیکھو! بادل کیسے ان پر سایہ فگن ہے۔ آپ ﷺ جب قافلے کے قریب پہنچے تو لوگ پہلے ہی درخت کے سائے تلے بیٹھ چکے تھے، آپ ﷺ جب تشریف فرما ہوئے تو سایہ آپ کی طرف

مائل ہو گیا۔

راوی کہتا ہے کہ راہب ابھی کھڑا اہل قافلہ کی منت سماجت کر ہی رہا تھا کہ انہیں لے کر روم نہ جاؤ، رومی انہیں دیکھتے ہی نبوی نشانیوں سے پہچان جائیں گے اور جان کے درپے ہوں گے۔ اس دوران دیکھا کہ روم کی طرف سے سات آدمی آ رہے ہیں، راہب نے ان کا استقبال کرتے ہوئے پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟ کہنے لگے کہ ہمارے آنے کی وجہ یہ ہے کہ اسی ماہ آخری نبی کا ظہور ہونے والا ہے، اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ ہمیں اس کے قتل کے لیے بھیج دیا جاتا، ہمیں اس کے بارے میں پتا چلا ہے، ہمیں اسی راستے پر انہیں تلاش کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ راہب نے ان سے کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ ایک کام جس کے ہونے کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما چکے ہیں، کیا کوئی اسے روک سکتا ہے؟ سب نے بہ یک زبان کہا: نہیں۔ وہ اپنے ارادے سے باز آئے اور راہب کے پاس رہنے لگے۔ راہب پھر آیا اور کہنے لگا کہ میں تم سے اللہ کے نام پر درخواست کرتا ہوں، ان کا سرپرست کون ہے؟ ابوطالب نے کہا کہ میں۔ راہب نے ابوطالب کی اتنی منت سماجت کی کہ ابوطالب کو اس کی بات ماننی ہی پڑی، ابوبکر نے آپ ﷺ کے ہم راہ بلال کو کر دیا، راہب نے زادراہ کے طور پر کیک، پیسٹری اور تیل دیا۔

ابوحاتم کہتے ہیں کہ اس طرح آپ ﷺ واپس مکے تشریف لے آئے۔ دوسرا سفر شام خدیجہ کے غلام میسرہ کے ساتھ پیش آیا۔ بعدازاں آپ ﷺ نے پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد سے نکاح فرمایا۔

خویلد کا نسب یوں ہے: اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔

حضرت خدیجہ کی والدہ کا نام ونسب یہ ہے: فاطمہ بنت زائدہ بن اصم بن رواحہ بن حجر بن معیص بن عامر بن لوی بن غالب۔ آپ ﷺ سے نکاح سے قبل حضرت خدیجہ بنی تمیم کے بھائی ابوہالہ کے نکاح میں تھیں، ان کے بعد آپ نے عتیق بن عائذ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے نکاح کیا تھا۔

اس رشتۂ ازدواج وجہ یہ تھی کہ حضرت خدیجہ ایک تاجر، مال دار اور حسب ونسب والی خاتون تھیں۔ مختلف لوگوں کو اپنا مال تجارت کی غرض سے مضاربت پر دیتیں، اسی میں ان کا نفع بھی اجرت کے طور پر ہوتا۔ قریش بھی ایک تاجر قوم تھی، جب انہیں آپ ﷺ کے صدق واخلاق کریمانہ اور امانت دار ہونے کے بارے میں معلوم ہوا تو انہوں نے آپ کو اپنا مال تجارت کے لیے شام لے جانے کی پیش کش کی، دوسروں سے بڑھ کر نفع دینے اور اپنا غلام میسرہ بھی ساتھ بھیجنے کا کہا۔ آپ ﷺ نے ان کی پیش کش قبول کر لی۔

آپ ﷺ ان کا مالِ تجارت میسرہ غلام کے ہم راہ لے کر روانہ ہوئے، شام پہنچے۔ ایک راہب کی

خانقاہ کے قریب درخت کے سائے تلے فروکش ہوئے تو راہب نے میسرہ کو مخاطب کر کے پوچھا کہ اس درخت کے نیچے کون ٹھہرا ہے؟ میسرہ نے جواب دیا: یہ شخص قریش، یعنی اہل حرم میں سے ہے۔ راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے نبی کے علاوہ کبھی کوئی شخص نہیں ٹھہرا۔ آپ ﷺ نے اپنا سامان تجارت فروخت کیا، جو خریدنا تھا، وہ خریدا، پھر میسرہ کو لے کر مکے کی جانب عازم سفر ہوئے۔ دوران سفر میسرہ نے دیکھا کہ جب بھی دوپہر اور سخت گرمی ہوتی تو ایک بادل آپ ﷺ اور سورج کے درمیان ڈھال بن جاتا اور آپ اطمینان سے اونٹنی پر رواں دواں ہوتے۔

جب آپ مکے آئے تو سارا مال خدیجہ کے حوالے کر دیا۔ خدیجہ نے آپ کے لائے ہوئے سامان کو فروخت کیا۔ میسرہ نے راہب کی بات چیت اور سائے کا قصہ حضرت خدیجہ کے گوش گذار کیا۔

خدیجہ ایک آہنی عزم والی، شریف اور ذہین خاتون تھیں۔ میسرہ کی باتیں سن کر انہوں نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ مجھے آپ سے رشتہ رکھنے میں دل چسپی ہے، آپ کی امانت داری، حسن اخلاق اور سچائی نے مجھے متاثر کیا ہے۔ بعد ازاں انہوں نے باقاعدہ شادی کا پیغام بھیجا۔

اس زمانے میں خدیجہ قریش میں اعلیٰ حسب ونسب والی اور مال دار خاتون تصور کی جاتی تھیں، جب انہوں نے آپ ﷺ کو شادی کا پیغام بھیجا تو آپ نے اپنے چچاؤں سے اس کا ذکر فرمایا۔ آپ کے چچا حمزہ بن عبد المطلب آپ کے ساتھ خویلد بن اسد کے پاس پیام نکاح لے کر گئے، انہوں نے خدیجہ کا آپ ﷺ سے نکاح کر دیا۔ (۱۵)

حضرت خدیجہ سے زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ، قاسم انہیں کے نام سے آپ کی کنیت بھی ہے، طاہر اور طیب پیدا ہوئے۔ یہ سب لڑکے نزول وحی سے قبل وفات پا گئے۔ بیٹیاں سب کی سب اسلام لائیں اور مدینے ہجرت کی۔

اس سے قبل حضرت خدیجہ اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد کو، جو نصرانی اور تورات اور دیگر علوم کا عالم تھا، میسرہ کا بیان کردہ سائے کا قصہ اور راہب کی باتیں بتا چکی تھیں۔ ورقہ نے کہا تھا کہ اگر یہ سب سچ ہے تو اے خدیجہ! بے شک محمد اس امت کا نبی ہے، مجھے علم ہے کہ عن قریب اس امت میں نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ (۱۶)

تخلیق آدم اور ان میں روح ڈالنا

منبج کے عمر بن سعید بن سنان طائی نے عباس بن عثمان بجلی سے، انہوں نے ولید بن مسلم سے، انہوں

نے اوزاعی سے، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اور وہ ابوسلمہ سے اور وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کو نبوت سے کب سرفراز کیا گیا؟ فرمایا کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی تخلیق اور ان میں روح پھونکنے کے مابین۔(۱۷)

وحی کے آغاز کی کیفیت کا بیان

عسقلان کے محمد بن حسن بن قتیبہ، ابن ابوسری سے، وہ عبدالرزاق سے، وہ معمر سے، وہ زہری سے، وہ عروۃ بن زبیر سے اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رویت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ ﷺ پر وحی کا آغاز سچے خوابوں کے ذریعے ہوا، جنہیں آپ بہ حالت نیند دیکھتے۔ آپ ﷺ کا ہر خواب صبح کی روشنی کی طرح پورا ہوا۔ پھر خلوت کی محبت آپ ﷺ کے دل میں ڈالی گئی، آپ غار حرا آتے اور متعدد راتوں تک عبادت کی غرض سے قیام فرماتے۔ توشہ ساتھ لے کر تشریف لے جاتے، پھر خدیجہ کے پاس آتے اور توشہ لے کر اسی طرح واپس ہو جاتے۔ اچانک ایک روز غار حرا میں حق نمودار ہوا، ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ پڑھ، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس سے کہا کہ میں پڑھ نہیں سکتا۔ فرمایا: اس نے مجھے پکڑا اور دبوچا، حتیٰ کہ میں تھک گیا، پھر مجھے چھوڑا اور کہا کہ پڑھ، میں نے کہا: میں پڑھ نہیں سکتا، اس نے مجھے پکڑ کر دوبارہ اتنا دبوچا، کہ میں تھک گیا، پھر اس نے مجھے چھوڑ کر کہا: پڑھ، میں نے کہا کہ میں نہیں پڑھ سکتا، اس نے مجھے پکڑا اور تیسری مرتبہ دبوچا، حتیٰ کہ میں تھک گیا، پھر اس نے مجھے چھوڑا اور کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَO خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍO اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُO الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِO عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ O (۱۸)

اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے تعلیم دی۔ انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔

پھر فرمایا: یہ آیتیں لے کر آپ ﷺ کانپتے ہوئے خدیجہ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ مجھے چادر اوڑھاؤ، مجھے چادر اوڑھاؤ۔ آپ کو چادر اوڑھائی گئی، تھوڑی دیر کے بعد آپ کی یہ کیفیت کم ہوئی تو آپ نے کہا: اے خدیجہ! مجھے کیا ہوا؟ اور انہیں ساری بات بتائی۔

اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ خدیجہ نے کہا کہ ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی شرمندہ نہیں فرمائیں گے، (کیوں کہ) آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، (ناداروں کا) بوجھ

اٹھاتے ہیں، مہمانوں کا اکرام کرتے ہیں اور مصائب میں (لوگوں کی) مدد کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہ آپ ﷺ کو لے کر (اپنے والد کے بھائی، یعنی چچا) ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی کے پاس آئیں۔ دور جاہلیت ورقہ میں نصرانی ہو چکے تھے، عربی زبان میں ایک کتاب انجیل سے نصوص نقل کر کے لکھتے تھے اور بہت ضعیف العمر تھے۔ خدیجہ نے ان سے کہا کہ اے چچا! اپنے بھتیجے کی بات سنو۔ ورقہ نے پوچھا کہ اے بھتیجے! تم نے کیا دیکھا؟ آپ ﷺ نے جو دیکھا، وہ سب بتا دیا۔ ورقہ نے کہا: یہ وہی فرشتہ ہے، جو موسیٰ پر نازل ہوا۔ کاش! میں جوان ہوتا، کاش! میں اس وقت زندہ ہوں، جب تمہاری قوم تمہیں جلا وطن کر دے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا: جی ہاں، تمہارے پیغام جیسا پیغام جو بھی لایا، اس سے دشمنی برتی گئی، اسے ایذائیں دی گئیں، اگر وہ وقت میں پالیا تو میں تمہاری مکمل مدد کروں گا۔ اس واقعے کے بعد ورقہ زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہا۔ کچھ وقت تک سلسلۂ وحی منقطع رہا۔ آپ ﷺ نے مجبوری کے اس غم کی شدت میں کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ پہاڑ کی چوٹی سے چھلانگ لگا دیں، اس ارادے سے جب بھی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے، جبریل علیہ السلام ظاہر ہو کر آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہتے کہ اے محمد! بے شک تم اللہ کے رسول ہو۔ یہ سن کر آپ کا دل مطمئن اور دلی سکون حاصل ہوتا، آپ پہاڑ کی چوٹی سے اتر جاتے۔ وحی کا انقطاع دوبارہ طویل ہوتا تو آپ یہی عمل دہراتے، جبریل علیہ السلام ظاہر ہو کر آپ کو پہلے کی طرح تسلی دیتے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ ابتدائے وحی کے بارے میں آپ ﷺ سے دو حدیثیں ملتی ہے، ایک حضرت عائشہ کی، جو ہم نے ذکر کر دی اور ایک حضرت جابر کی روایت۔

جابر رضی اللہ عنہ کی روایت یہ ہے کہ بیت المقدس میں ہم سے عبد اللہ بن محمد بن سالم نے عبد الرحمٰن بن ابراہیم سے، انہوں نے ولید سے، انہوں نے اوزاعی سے اور انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کی کہ میں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے پوچھا: قرآن کی کون سی آیت سب سے پہلے نازل ہوئی؟ کہا کہ یَآاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ، (۱۹) میں نے کہا: یا اِقْرَاْ؟ کہا: میں وہی بتا رہا ہوں، جو ہم سے رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا ہے، آپ نے فرمایا کہ میں غار حرا میں ایک ماہ رہا، یہ عرصہ پورا کرنے کے بعد میں غار سے نکلا اور نشیب میں اتر آیا، مجھے کسی نے پکارا، میں نے آگے پیچھے، دائیں بائیں دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا، پھر مجھے کسی نے پکارا، میں نے اوپر دیکھا تو مجھے اپنے اوپر آسمان پر قائم عرش پر پکارنے والا نظر آیا، مجھ پر سخت گھبراہٹ طاری ہوگئی، میں خدیجہ کے پاس آیا اور اسے چادر اوڑھانے کا حکم دیا، پھر مجھ پر پانی انڈیلا اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یَآاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ سے فَطَهِّرْ تک آیات نازل فرمائیں۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ حدیث کی سوجھ بوجھ نہ رکھنے والے ان دونوں روایتوں کو متضاد خیال کرتے ہیں، جب کہ ایسا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پیر کے روز چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز فرمایا، غار حرا میں جبریل علیہ السلام اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ کی وحی لے کر آئے، جب آپ ﷺ حضرت خدیجہ کے پاس گئے اور انہوں نے آپ کو چادر اوڑھائی، اس وقت حضرت خدیجہ کے گھر میں اللہ تعالیٰ نے يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُO قُمْ فَاَنْذِرْO وَرَبَّكَ فَكَبِّرْO آیتیں نازل فرمائیں۔ اس طرح دونوں روایتوں میں تضاد نہیں رہتا۔ آپ ﷺ پر سب سے پہلے آپ کی بیوی حضرت خدیجہ بنت خویلد ایمان لائیں، پھر حضرت علی بن ابی طالب آپ پر ایمان لائے اور آپ کے دین کی تصدیق کی، ان کی عمر اس وقت دس سال تھی۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق ایمان لائے۔ علی رضی اللہ عنہ ابو طالب سے اپنے ایمان کو مخفی رکھتے تھے، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایمان قبول کرتے ہی اپنے اسلام کو ظاہر کیا، اس لیے لوگوں پر یہ معاملہ مشتبہ ہوا کہ دونوں میں سے پہلے کون ایمان لایا۔ ان سب کے بعد آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ ایمان لائے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ قریش کے ماہر نسّاب اور ان کے خیر و شر سے واقف تھے، آپ نرم اخلاق کے بلیغ شخص تھے، آپ نے اسلام ظاہر کرنے کے بعد اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دینی شروع کی۔ آپ کی دعوت پر عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا، آپ انہیں لے کر حضور ﷺ کے پاس آئے، سب ایمان لے آئے اور نماز ادا کی۔

ان کے بعد یہ حضرات ایمان لائے: ابو عبیدہ بن جراح، ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی، ارقم بن ابی ارقم مخزومی، عثمان بن مظعون جمحی، عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور ان کی بیوی فاطمہ بنت خطاب، اسما بنت ابو بکر، مظعون کے بیٹے عبد اللہ و قدامہ جمحی، خباب بن ارت، مسعود بن ربیع قاری، عبد اللہ بن مسعود، عمیر بن ابی وقاص، سلیط بن عمرو، عیاش بن ابو ربیعہ مخزومی اور ان کی بیوی اسما بنت سلامہ تمیمیہ، عامر بن ربیعہ ابو عبد اللہ، عبد اللہ بن جحش، ابو احمد بن جحش اسدی، جعفر بن ابی طالب اور ان کی بیوی اسما بنت عمیس خثعمیہ، حاطب بن حارث جمحی اور ان کی بیوی فاطمہ بنت مجلل، حطاب بن حارث اور ان کی بیوی فکیہہ، صہیب بن سنان، معمر بن حارث جمحی، سعید بن حارث سہمی، مطلب بن ازہر بن عبد عوف اور ان کی بیوی رملہ بنت ابی عوف، نحام، ان کا نام نعیم بن عبد اللہ بن اسید ہے، ابو بکر کے آزاد کردہ غلام بلال بن رباح، ابو بکر کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ، خالد بن سعید بن عاص اور ان

کی بیوی امیمہ بنت خلف بن اسعد، حاطب بن عمرو بن عبد شمس، ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، واقد بن عبد اللہ بن عبد مناف بن عرین بن ثعلبہ تمیمی، خالد بن بکیر، ایاس بن بکیر، عامر بن بکیر، عبد یالیل بن ناشب بن غیرہ بن سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ، بنی مخزوم کے حلیف عمار بن یاسر۔

مکے میں اسلام

مرد اور خواتین جوق در جوق دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ O (۲۰)

تو آپ ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھے اور آواز لگائی: یا صباحاہ! لوگ جمع ہونے لگے۔ کچھ لوگ خود آئے، کسی نے قاصد بھیجا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنی عبد المطلب! اے بنی عبد مناف! اے بن فلان، اے بن فلان! ذرا بتلاؤ، اگر میں تم سے یہ کہوں کہ گھڑ سواروں کا ایک دستہ اس پہاڑی کی چوٹی سے تم پر حملہ آور ہونے کو ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ حاضرین نے کہا کہ کیوں نہیں، فرمایا: میں تمہیں ایک عذاب شدید کی آمد سے ڈرانے آیا ہوں، پھر فرمایا: اے گروہ قریش! آگ کے بدلے میں خود کو خرید لو، اے بنی عبد مناف! میں تمہیں اللہ کے عذاب اور پکڑ سے ذرہ بھر فائدہ نہیں پہنچا سکتا، اے عباس ابن عبد المطلب! اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ! اے بنو کعب بن لوی! اے بنی ہاشم! اے بنی عبد المطلب! خود کو آگ سے بچا لو۔ ابولہب نے کہا کہ سارا دن تجھ پر پھٹکار برسے، کیا اسی لیے ہمیں بلایا تھا، پھر جیسے ہی وہ کھڑا ہوا تو تبت یدا أبی لهب و تب سورت نازل ہوئی۔ آپ ﷺ پہاڑی سے اتر کر نیچے تشریف لائے، اور گھاٹیوں، وادیوں اور بازاروں میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے لگے، اس دوران ابولہب آپ کے تعاقب میں رہا اور آپ پر پتھر برساتے ہوئے کہتا کہ اے لوگو! اس کی بات نہ سنو، یہ جھوٹا ہے۔

حضرت خدیجہ کے بعد آپ ﷺ نے سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبد ود بن نضر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی سے نکاح فرمایا۔ ان کی والدہ کا نام: شموس بنت قیس بن زید بن عمرو بن لبید بن خراش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تھا۔ ان کے چچا وقدان بن حلبس کو آپ ﷺ نے پیام نکاح بھجوایا، آپ ﷺ سے پہلے حضرت سودہ بنو عامر بن لوی کے سہیل بن عمرو کے بھائی سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ حضرت سودہ ایک بھاری بھرکم اور بھولی بھالی خاتون تھیں، انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ کو یہ کہہ کر ہدیہ کر دی تھی کہ عورتیں جو چاہتی ہیں، مجھے اس کی خواہش نہیں۔ ایک اور قول کے

مطابق حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ کی حیات میں کسی اور سے نکاح نہیں فرمایا۔

آپ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت رقیہ کو عتبہ بن ابی لہب اور دوسری بیٹی ام کلثوم کو عتیبہ بن ابی لہب سے بیاہا، جب تبت یدا أبی لھب سورت نازل ہوئی (۲۱) تو ابولہب نے بیٹوں کو حکم دیا کہ دونوں کو چھوڑ دیں، بہ امتثال امر دونوں نے چھوڑ دیا۔(۲۲)

عتبہ بن ابی لہب کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان سے حضرت رقیہ کا نکاح فرمایا۔

اسی اثنا میں ابو طالب بیمار ہوئے۔قریش کی ایک جماعت عیادت کرنے آئی، ان میں ابوجہل بھی تھا، کہنے لگے، آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے، اور یہ یہ کرتا ہے، اور یہ یہ کہتا ہے، اگر کسی کے ذریعے اسے بلوا کر منع کر دیں تو کتنا ہی اچھا ہو! ابو طالب نے کسی کو بھیج کر آپ ﷺ کو بلوایا۔آپ تشریف لائے، گھر میں داخل ہوئے، ابوجہل اور ابو طالب کے درمیان ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی، ابو جہل کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ اگر آپ ﷺ ابو طالب کے پہلو میں بیٹھے تو کہیں ابو طالب شفقت کا مظاہرہ نہ کر بیٹھیں، جلدی سے آگے بڑھ کر ابوجہل نے وہ جگہ پُر کر دی۔ چچا کے قریب کوئی جگہ نہ پا کر آپ ﷺ دروازے کے پاس ہی تشریف فرما ہو گئے۔ابو طالب نے کہا: اے بھتیجے! آپ کی قوم شکایت کیوں کر رہی ہے، اور کیوں یہ سمجھ رہی ہے کہ آپ ان کے خداؤں کو برا بھلا اور ایسا ویسا کہہ رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے چچا جان! میں ان سے صرف ایک جملہ کہنے کا مطالبہ کر رہا ہوں، اگر اس جملے کو یہ کہہ لیں تو سارا عرب ان کے سامنے سرنگوں ہو جائے اور عجم جزیہ دینے لگے، ابو طالب نے کہا: اے بھتیجے! وہ کون سا جملہ ہے؟ فرمایا: لا الہ الا اللہ۔ یہ سنتے ہی حاضرین مجلس کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ (۲۳)

کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک معبود بنا دیا۔ یقیناً یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے۔

ہجرت حبشہ

ابو طالب یعنی عبد مناف بن عبد المطلب کی وفات کے بعد مسلمانوں کو مشرکین کی طرف سے شدید اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا، ابتلا اور آزمائش کے دوران اور قبائل کی بے اعتنائی دیکھ کر آپ ﷺ نے مسلمانوں کو منتشر ہو جانے کا حکم دیا۔اور سرزمین حبشہ کی طرف اشارہ فرمایا، حبشہ ایک سرد علاقہ تھا، سورۂ قریش میں جس سردی اور گرمی کے سفر کا ذکر ہے، اس میں سردی کے سفر سے یہی سرزمین مراد ہے۔ یہ

اسلام میں پہلی ہجرت تھی۔

مسلمانوں میں سے حبشہ کی جانب سب پہلے ہجرت کرنے والے یہ حضرات تھے: حضرت عثمان اور ان کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ، ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس اور ان کی زوجہ سہلہ بنت سہیل بن عمرو، زبیر بن عوام، مصعب بن عمیر، عبدالرحمٰن بن عوف، ابو سلمہ بن عبدالاسد اور ان کی زوجہ ام سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ، عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ اور ان کی زوجہ لیلیٰ بنت ابی حثمہ بن غانم، ابو سبرہ بن ابی رہم بن عبدالعزیٰ، ابو حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود، سہیل بن وہب بن ربیعہ، یہی سہیل بن بیضا ہیں، بیضا ان کی والدہ ہیں۔

ان کے بعد درج ذیل صحابۂ کرام نے ہجرت کی:

جعفر بن ابی طالب اور ان کی زوجہ اسما بنت عمیس، عمرو بن سعید بن عاص اور ان کی زوجہ فاطمہ بنت صفوان بن امیہ، اور ان کے بھائی خالد بن سعید بن عاص اور ان کی زوجہ امینہ بنت خلف بن اسعد، عبداللہ بن جحش بن ریاب، اور ان کے بھائی عبد بن جحش اور ان کی زوجہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب، بنو اسد بن خزیمہ کے قیس بن عبداللہ اور ان کی زوجہ برکہ بنت یسار، معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی، عتبہ بن غزوان، اسد بن نوفل بن خویلد، یزید بن زمعہ بن اسود بن مطلب، عمرو بن امیہ بن حارث بن اسد، طلیب بن عمیر بن وہب، سویط بن سعد بن حریملہ، جہم بن قیس بن عبد شرحبیل اور ان کے دو بیٹے عمرو بن جہم و خزیمہ بن جہم، عامر بن ابی وقاص، مطلب بن ازہر اور ان کی زوجہ رملہ بنت ابی عوف بن صبیرہ، عبداللہ بن مسعود اور ان کے بھائی عتبہ بن مسعود، مقداد بن عمرو، حارث بن خالد بن صخر اور ان کی زوجہ ریطہ بنت حارث بن جبلہ، عمرو بن عثمان بن عمرو بن کعب، شماس عثمان بن عبد بن شرید بن سوید، ہشام بن ابی حذیفہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم، سلمہ بن ہشام بن مغیرہ، عیاش بن ابی ربیعہ بن مغیرہ، معتب بن عوف بن عامر بن فضل، سائب بن عثمان بن مظعون، اور ان کے دونوں چچا یعنی مظعون کے دونوں بیٹے قدامہ اور عبداللہ، حاطب بن حارث بن معمر اور ان کی زوجہ فاطمہ بنت مجلل، اور ان کے دونوں بیٹے محمد بن حاطب اور حارث بن حاطب، اور ان کے بھائی حطاب بن حارث اور ان کی زوجہ فکیہہ بنت یسار، سفیان بن معمر بن حبیب اور ان کے دونوں بیٹے جابر بن سفیان اور جنادہ بن سفیان، اور ان کی زوجہ حسنہ جو ان دونوں کی ماں تھیں، عثمان بن ربیعہ بن اہبان، خنیس بن حذافہ بن قیس، عبداللہ بن حارث بن قیس، ہشام بن عاص بن وائل، قیس بن حذافہ بن قیس، حجاج بن حارث بن قیس، معمر بن حارث بن قیس، بشر بن حارث بن قیس، سعید بن حارث بن قیس، سائب بن حارث بن قیس، عمیر بن رئاب بن حذیفہ، محمیہ بن جز، جو ان

کے حلیف تھے، معمر بن عبداللہ بن نضلہ، عدی بن نضلہ بن عبدالعزیٰ، اوران کے بیٹے نعمان، ابوعبیدہ بن جراح نے ان سب کے بعد ہجرت کی۔ عامر بن ربیعہ اوران کی زوجہ لیلیٰ، سکران بن عمرو بن عبدشمس اور ان کی زوجہ سودہ بنت زمعہ، مالک بن ربیعہ بن قیس بن عبدشمس، عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس، عبداللہ بن سہیل بن عمرو، عمرو بن حارث بن زہیر، عیاض بن زہیر بن ابی شداد، ربیعہ بن ہلال بن مالک، عثمان بن عبدغنم بن زہیر، سعد بن عبدقیس بن لقیط، عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن زہرہ، زہیر (یا زہری) کے دادا۔

ان حضرات نے سرزمین حبشہ کی جانب ہجرت کی اور اطمینان سے وہاں رہنے لگے۔ قریش کو یہ اطمینان ایک آنکھ نہ بھایا، اتفاق رائے سے تجویز طے پائی کہ نجاشی کی طرف قاصد بھیج کر مسلمانوں کی وطن کی طرف مراجعت کا مطالبہ کیا جائے۔ بنابریں انہوں نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید بن ربیعہ کو نجاشی اوراس کے درباری علما کے لیے بہت سارے ہدایا اور تحائف دے کر بھیجا۔

حبشہ آنے کے بعد انہوں نے کوئی درباری عالم ایسا نہ چھوڑا، جسے کوئی ہدیہ نہ دیا ہو، اوران سے درخواست کی کہ ہمارے بات کرنے سے پہلے وہ فرداً فرداً بادشاہ کو راضی کریں کہ وہ مسلمانوں کو ہمارے حوالے کردے۔ درباری علما سے ملاقات وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد دونوں نے نجاشی کی خدمت میں ہدیے پیش کیے، اس نے بہ صد خوشی قبول کرلیے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ! ہماری قوم نے ہمیں آپ کے پاس اپنے چند نوجوانوں کو واپس لانے کے لیے بھیجا ہے، جو آپ کے وطن میں رہ رہے ہیں، انہوں نے اپنی قوم کا دین ترک کرکے نہ آپ کا دین اختیار کیا ہے اور نہ قوم کا، اور قوم نظر وفکر کے اعتبار سے ان سے برتر ہے۔ درباریوں نے کہا: اے بادشاہ! یہ دونوں سچ کہہ رہے ہیں۔ نجاشی غصے میں آکر کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! تب تو میں انہیں ان دونوں کے حوالے نہ کروں گا، کچھ لوگ اگر میرے ملک میں پناہ گزین ہوئے ہیں تو میں ان کی بات بھی سنوں گا اوران کی باتوں پر غور بھی کروں گا، اگر قریشی قاصد سچے ثابت ہوئے اور وہ ایسے ہی ہوئے، جیسے یہ کہہ رہے ہیں تو ہم انہیں ان کے حوالے کردیں گے، اوراگر اس کے برعکس ثابت ہوا تو ہم انہیں ان دونوں کے حوالے نہیں کریں گے، اورانہیں ان سے محفوظ بھی رکھیں گے۔

عمارہ بن ولید نے کہا کہ ہم تو کچھ نہ کرسکے۔ اگر بادشاہ انہیں خاموشی سے بات کرنے کا موقع دیے بغیر ہمارے حوالے کردیتا تو کتنا اچھا تھا۔

صحابہ کرام بھی جمع ہوکر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم بادشاہ سے کیا بات کریں گے؟ پھر کہنے

لگے کہ بہ خدا! کچھ بھی ہو جائے، ہم وہی بات کریں گے، جس پر ہم اور ہمارے نبی کاربند ہیں۔ یہ مشاورت کرکے بادشاہ کے پاس آئے، درباریوں نے کہا: بادشاہ کو سجدہ کرو، جعفر بن ابی طالب نے کہا کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔

بادشاہ نے ان سے کہا کہ یہ دونوں کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ سمجھتے ہیں کہ تم نے اپنی قوم کا دین ترک کیا اور میرے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے، بل کہ کسی غیر معروف دین پر عمل پیرا ہو!

جعفر بن ابی طالب نے کہا کہ ہم عہد جاہلیت میں اپنی قوم کے ساتھ بتوں کو پوجتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہم ہی میں سے ایک شخص مبعوث فرمایا، ہم اس کے نسب، سچائی اور وفاداری سے واقف تھے، اس نے ہمیں بغیر شرک کے اللہ وحدہ کی عبادت کی دعوت دی اور شرک سے روکا، ہمیں نماز، زکوٰۃ، صلہ رحمی اور پڑوس کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیا، ہمیں بری باتوں اور برے کاموں سے باز رہنے کی تلقین کی۔

بادشاہ نے کہا: کیا ان کی تعلیمات اور احکام میں سے تمہیں کچھ ذہن نشین بھی ہے؟

حضرت جعفر نے کہا: جی ہاں!

نجاشی نے درباری علما کو حکم دیا اور انہوں نے اپنی کتابیں بادشاہ کے اردگرد کھول دیں، جعفر بن ابی طالب نے کھیعص کی تلاوت کی، تلاوت سن کر نجاشی اتنا رویا کہ اس کی داڑھی تر ہوگئی، درباری علما اتنا روئے کہ ان کے مصاحف بھیگ گئے۔ بادشاہ نے بے اختیار ہوکر کہا کہ بے شک یہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات ایک ہی جگہ سے ہیں، تم دونوں جاؤ، اللہ کی قسم! میں انہیں تمہارے حوالے نہیں کروں گا، نہ اب نہ پھر کبھی، نہ ہی یہ لوگ یہاں سے کہیں جائیں گے۔

دونوں میں عمارہ بن ولید زیادہ محتاط تھا، عمرو بن عاص نے کہا کہ بہ خدا! میں ایسا جواب دوں گا، جو انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا، میں بادشاہ کو بتاؤں گا کہ تم جس خدا کی عبادت کرتے ہو، اسے یہ لوگ بندہ مانتے ہیں۔ عمارہ بن ولید نے کہا کہ ایسا نہ کرو، وہ ہمارے رشتے دار بھی تو ہیں، اگرچہ ہمارے مخالف ہیں۔ عمرو نے کہا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ ایسا ہی کروں گا۔ اگلے روز عمرو نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا: اے بادشاہ! یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بڑی گستاخانہ بات کہتے ہیں، آپ انہیں بلوا کر اس بارے میں پوچھ لیجیے، بادشاہ نے انہیں بلوا کر پوچھا: عیسیٰ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ کہنے لگے کہ ہم ان کے بارے میں وہی کہتے ہیں، جو ہمارے رب اور نبی نے کہا ہے، حضرت جعفر نے کہا: وہ اللہ کے بندے، روح اور کلمہ ہیں، جسے اللہ پاک نے کنواری، پاک باز مریم کی طرف القا فرمایا، نجاشی نے

ہاتھ لٹکا کر ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ جو تم نے کہا، عیسیٰ بن مریم نے اس تنکے کے بہ قدر بھی اس سے زیادہ نہیں کہا، درباری علما نے گلے سے تنبیہی آوازیں نکالیں تو نجاشی نے کہا کہ بہ خدا! تم کھنکارو، تب بھی حقیقت یہی ہے۔ جاؤ، تم میرے ملک میں محفوظ و مامون ہو، جس نے تمہیں برا بھلا کہا، اس پر جرمانہ عائد کیا جائے گا، مجھے یہ قطعاً گوارا نہیں کہ تم میں سے کسی کو تکلیف دے کر مجھے مقام دبر کے پہاڑ جتنا سونا بھی مل جائے، مزید کہا کہ ان دونوں کو ان کے ہدایا واپس کر دو، ہمیں اس کی ضرورت نہیں، انہیں میرے ملک سے نکال دو۔ فرمانِ شاہی پر عمل کرتے ہوئے ان دونوں قریشی قاصدوں کو حبشہ سے نکال دیا گیا اور مسلمان نجاشی کے پاس ایک اچھے ملک اور اچھے پڑوسی کی طرح امن و امان کے ساتھ رہنے لگے اور انہیں کوئی ناگوار صورت حال پیش نہیں آئی۔ (۲۴)

قیام حبشہ کے دوران عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، محمد بن ابی حذیفہ اور سعید بن خالد بن سعید، ان کی بہن امہ بنت خالد، عبداللہ بن المطلب بن ازہر اور موسیٰ بن حارث بن خالد اور ان کی بہنیں: عائشہ، زینب اور فاطمہ، حارث کی بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ آپ ﷺ کی مدینے ہجرت کی خبر آنے تک مسلمان حبشہ میں قیام پذیر رہے، جب ہجرت رسول کی خبر آئی تو بعض حضرات مکے لوٹے اور آپ ﷺ کے ساتھ مدینہ طیبہ ہجرت کی، اور بعض حبشہ میں ہی رہے، آپ ﷺ کے مدینے پہنچنے کے بعد وہ بھی آپ سے آ ملے۔

ہجرت ابوبکر صدیقؓ

حضرت ابوبکر صدیق مکے سے حبشہ ہجرت کے ارادے سے نکلے، برک الغماد میں قبیلۂ قارہ کے سردار ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی، ابن الدغنہ نے پوچھا کہ اے ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ ابوبکر نے کہا: میری قوم نے مجھ کو نکال دیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی زمین میں سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔

ابن الدغنہ نے کہا کہ اے ابوبکر! تم جیسا آدمی نہ نکلتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے، تم ناداروں کے لیے سامان مہیا کرتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو، لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہو، مہمان نواز ہو، حق کے معین اور مددگار ہو، میں تمہارا محافظ ہوں، لوٹ جاؤ اور اپنے شہر میں اللہ کی عبادت کرو، ابوبکر لوٹے اور ابن الدغنہ بھی ساتھ ہو لیا۔ شام کے وقت ابن الدغنہ نے سردارانِ قریش سے ملاقات کر کے کہا: ابوبکر جیسا آدمی نہیں نکالا جاتا، کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو؟ جو ناداروں کے لیے سامان مہیا کرتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، لوگوں کا بوجھ اٹھاتا ہے، مہمان نواز ہے، حق کا معین اور مددگار ہے! قریش نے ابن الدغنہ کے جوار اور پناہ کو جھٹلانے کی ہمت

نہ کی اور کہا کہ ابوبکر کو کہو کہ اپنے گھر میں اللہ کی عبادت کریں، نمازیں پڑھیں، قرآن کی تلاوت کریں، نہ ہمیں ایذا دیں اور نہ علی الاعلان یہ امور انجام دیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے کہیں اسلام پر فریفتہ نہ ہو جائیں۔ ابن الدغنہ نے یہ ساری باتیں ابوبکر کے پاس جا کر دہرائیں۔

اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں عبادت کرتے اور کسی کو خبر نہ ہونے دیتے، گھر کے علاوہ کہیں تلاوت بھی نہ کرتے، چند روز بعد گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی، اب اسی میں نماز اور تلاوت کرتے، مشرکین کی عورتیں اور بچے آپ کو نماز ادا کرتے اور تلاوت کرتے دیکھ کر حیرت سے ٹھٹھک کر رہ جاتے اور تعجب کا اظہار کرتے۔

ابوبکر خشیت الٰہی سے بہت روتے تھے، جب قرآن کی تلاوت فرماتے تو آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکتے، مشرک سرداران قریش اس صورت حال سے گھبرا گئے۔ فوراً ابن الدغنہ کو بلا بھیجا اور اس سے شکایت کی کہ ہم نے ابوبکر کو آپ کے کہنے سے اس شرط پر پناہ دی تھی کہ اپنے گھر میں مخفی اور پوشیدہ طور پر اللہ کی عبادت اور بندگی کریں، ابوبکر نے اس حد سے تجاوز کیا اور اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنا ڈالی، اور علی الاعلان نماز اور قرآن پڑھنا شروع کر دیا ہے، جس سے ہم کو اپنے بچوں اور عورتوں کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہے، آپ اسے منع کیجیے، اگر وہ صرف اپنے گھر میں اللہ کی عبادت پر اکتفا کرنا چاہیں تو ٹھیک ہے، اور اگر یہ سب علی الاعلان کرنے پر بہ ضد ہیں تو آپ اس سے اپنی امان اور پناہ واپس کرنے کا مطالبہ کریں، ہمیں یہ بات سخت ناگوار ہے کہ آپ کی پناہ کو توڑیں، ہم علی الاعلان یہ سب کچھ برداشت کرنے کے روادار نہیں۔

ابن الدغنہ ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ اے ابوبکر! تمہیں ان شرائط کا علم ہے، جن پر ہمارا معاہدہ ہوا، یا تو ان شرائط کی پاس داری کرو، یا میری پناہ واپس کر دو، کیوں کہ میں نہیں چاہتا کہ عرب میں یہ بات پھیلے کہ ایک شخص کی بابت میری پناہ کا ذمہ توڑا گیا۔

ابوبکر نے کہا کہ میں تمہاری پناہ اور امان کو واپس کرتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی امان اور پناہ پر راضی ہوں۔

ظلم و جور

طارق محاربی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بازار میں دیکھا کہ آپ بلند آواز سے کہہ رہے تھے: اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو، اور ایک شخص پیچھے پیچھے پتھر برساتے آ رہا تھا، آپ کے ٹخنے اور ایڑیاں زخمی ہو گئی تھیں، وہ کہتا تھا کہ اس کا کہا نہ مانو، یہ بہت بڑا جھوٹا ہے، راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا: یہ کون

ہے؟ کہا کہ یہ بنو عبد المطلب کا لڑکا ہے، میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے، جو ان کے پیچھے پیچھے ان کے قدم زخمی کرتا چلا جارہا ہے، کہا: یہ ان کا چچا عبد العزیٰ ابولہب ہے۔ (۲۵)

ابو حاتم کہتے ہیں: آپ ﷺ لوگوں کو اللہ وحدہ لاشریک کی طرف بلاتے تھے، اس کے جواب میں ابوجہل لوگوں سے کہتا تھا کہ یہ جھوٹا ہے، یہ شراب اور زنا کو حرام قرار دیتا ہے، جب کہ عربوں کو زنا کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔

ایک روز آپ ﷺ کعبے کے سائے میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل دیگر چند قریشیوں کے ساتھ اٹھ کر ایک جانب چلا، لوگوں کے لیے اونٹ ذبح کیے، ایک آدمی کو بھیجا کہ وہ اونٹ کی اوجڑی لے کر آئے، اس نے آپ ﷺ پر وہ اوجڑی پھینک دی، حضرت فاطمہ آئیں اور وہ اوجڑی آپ کے اوپر سے ہٹائی، اس موقع پر آپ ﷺ نے بددعا فرمائی: اے اللہ! قریش کو پکڑ، اے اللہ! ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ۔ (۲۶)

ایک روز آپ ﷺ مقام ابراہیم میں نماز ادا فرمارہے تھے، یہی لوگ کعبے کے سائے تلے بیٹھے مشاورت کررہے تھے، عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور آپ ﷺ کی گردن میں اپنی چادر ڈال کر اس زور سے کھینچی کہ آپ گھٹنوں کے بل آرہے۔ لوگ یہ سمجھ کر چیخنے لگے کہ مبادا آپ ﷺ کو قتل نہ کردیا گیا ہو، ابوبکر رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور آپ ﷺ کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر پیچھے کھینچنے لگے، ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟ ابوبکر کو دیکھ کر مشرکین آپ ﷺ کو چھوڑ کر چلے گئے، آپ ﷺ اٹھے اور نماز ادا کی، نماز ادا کرنے کے بعد آپ ان کے پاس سے گذرے، یہ لوگ اسی طرح کعبے کے سائے تلے بیٹھے تھے، آپ نے فرمایا کہ اے قریش! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں تمہیں ذبح کرنے ہی کے لیے بھیجا گیا ہوں، یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے گلے کی طرف اشارہ فرمایا، ابوجہل نے کہا: اے محمد! تم اتنے ناواقف نہیں ہو! آپ ﷺ نے فرمایا: تم بھی ان ہی میں سے ہو۔ ابوجہل نے کہا کہ کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا؟ آپ ﷺ نے اسے سختی کے ساتھ جھڑکا، ابوجہل نے کہا: تو مجھے کیوں جھڑک رہا ہے؟ تو جانتا ہے کہ مکہ میں سب سے بڑی مجلس میری ہے۔ جواب میں جبریل نے کہا کہ اسے چاہیے کہ اپنی مجلس کو بلائے، اگر اس نے اپنے کارندوں کو بلایا تو اسے عذاب کے فرشتے دبوچ لیں گے۔ (۲۷)

قریش نے کہا کہ کوئی ایسا شخص تلاش کرو، جو سحر، کہانت اور شعر میں سب سے ماہر ہو، وہ اس شخص کے پاس جائے، جس نے ہماری جمعیت کو منتشر کردیا، ہمارے معاملات کو خراب کردیا اور ہمارے دین کو

برا بھلا کہتا ہے، اس سے بات کرے تا کہ دیکھیں کہ وہ کیا جواب دیتا ہے۔ حاضرین کہنے لگے کہ ایسا شخص عتبہ بن ربیعہ کے علاوہ کوئی نہیں، کہا: اے ابو ولید! تم ہی اس معاملے کو دیکھو، عتبہ آپ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ آپ بہتر ہیں یا عبداللہ؟ آپ ﷺ نے سکوت فرمایا، عتبہ نے دوبارہ کہا: آپ بہتر ہیں یا عبد المطلب؟ آپ نے سکوت فرمایا، عتبہ نے کہا: اگر تو ان کو خود سے بہتر سمجھتا ہے تو انہوں نے اسی خدا کی عبادت کی ہے، جسے تو برا بھلا کہتا ہے، اگر تو خود کو ان سے بہتر گردانتا ہے تو بول، تا کہ ہم تیری بات سنیں، اللہ کی قسم! ہم نے تجھ سے بڑھ کر رذیل نہیں دیکھا، جو اپنی قوم کے لیے منحوس ثابت ہوا ہو، تو نے ہمارے اتحاد کا شیرازہ بکھیرا، ہمارے معاملات کو خراب کیا، ہمارے دین کو برا کہا، عربوں میں ہمیں شرمندہ کر دیا، اب مشہور ہو گیا ہے کہ قریش میں ایک کاہن ہے، بہ خدا! کیا تو یہ چاہتا ہے کہ ہم سب ایک دوسرے پر تلواریں سونت لیں اور فنا کے گھاٹ اتر جائیں۔ اگر تمہیں شادی کی خواہش ہے تو قریش کے کسی بھی خاندان کی طرف اشارہ کرو، ہم ان کی دس خواتین سے تمہارا نکاح کرا دیں گے، اور اگر مال و دولت کی خواہش ہے تو ہم تمہارے لیے اتنا مال جمع کر سکتے ہیں کہ تم قریش کے سب سے امیر آدمی بن جاؤ۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہاری بات مکمل ہوگئی؟ عتبہ نے کہا کہ ہاں۔ پھر آپ نے سورۂ سجدہ ابتدا سے فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَقُلۡ اَنۡذَرۡتُکُمۡ صٰعِقَۃً مِّثۡلَ صٰعِقَۃِ عَادٍ وَّ ثَمُوۡدَ (۲۸) تک تلاوت فرمائی، ابھی تلاوت فرما ہی رہے تھے کہ عتبہ بولا: بس بس، تمہارے پاس اس کے سوا کچھ نہیں۔

عتبہ قریش کے پاس آیا تو وہ کہنے لگے: کیا ہوا؟ عتبہ نے کہا کہ میں نے ہر وہ بات کی، جس کا مجھے اندازہ تھا کہ تم کرنا چاہتے ہو، کہنے لگے: کیا اس نے کوئی جواب دیا؟ عتبہ نے کہا: ہاں، قسم اس ذات کی جس نے کعبے کو قائم کیا، مجھے ان کی کوئی بات سمجھ نہیں آئی، سوائے اس کے انذرتکم صاعقة مثل صاعقة عاد و ثمود.

کہنے لگے: بد بخت! وہ تجھ سے عربی میں بات کر رہا تھا، تجھے اتنا پتا بھی نہ چلا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا؟ عتبہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! سوائے صاعقہ کے کوئی بات میرے پلے نہیں پڑی۔ (۲۹)

اسی طرح مشرکین مکہ آپ ﷺ کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے، مگر آپ صبر اور ثواب کی نیت سے انہیں اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچاتے رہتے۔

حضرت عمر کا اسلام

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی ہدایت کا ارادہ فرمایا۔ عمر قریش میں سب سے زیادہ آپ ﷺ پر

آوازیں کسنے والے اور مسلمانوں کو اذیتیں دینے میں پیش پیش تھے۔

ان کے اسلام لانے کا قصہ یہ ہے کہ ان کی ہمشیرہ فاطمہ بنت خطاب سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے نکاح میں تھیں، یہ دونوں اسلام قبول کر چکے تھے، عمر سے اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے، نعیم بن عبداللہ بن نحام بھی ایمان لا چکے تھے، وہ بھی اپنے ایمان کو مخفی رکھتے تھے، خباب بن ارت فاطمہ کے گھر قرآن سکھانے کی غرض سے آتے جاتے رہتے، ایک روز عمر گلے میں تلوار ڈال کر آپ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے، انہیں بتایا گیا کہ آپ ﷺ تقریباً چالیس مرد عورتوں کے ساتھ صفا کے قریب ایک گھر میں ہیں، اس وقت آپ کے ساتھ حمزہ، علی اور ابوبکر بھی تھے، یعنی وہ سب حضرات، جنہوں نے حبشہ ہجرت نہیں کی، وہ آپ ﷺ کے ساتھ مکے ہی میں ٹھہرے رہے۔

راستے میں عمر کی نعیم بن نحام سے مڈبھیڑ ہوگئی، نعیم نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ عمر نے کہا: بے دین محمد کا ارادہ ہے، جس نے قریش کے اتحاد میں دراڑیں ڈالیں، قریش کے خوابوں کو احمقانہ قرار دیا، ان کے دین کو برا کہا اور ان کے خداؤں پر طعن وتشنیع کی، میں اسے قتل کردوں گا، نعیم نے کہا: اے عمر! تجھے تیری طاقت وقوت دھوکے میں ڈال رہی ہے، کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ محمد کو قتل کرنے کے بعد بنو عبد مناف تجھے زمین پر چلنے پھرنے کے قابل رہنے دیں گے، پہلے اپنے گھر کی خبر کیوں نہیں لیتا کہ انہیں راہ راست پر لے آؤ، عمر نے کہا: میرے کس گھر کی بات کر رہا ہے؟ نعیم نے کہا: تیرے بہنوئی اور چچا زاد سعید بن زید اور تیری بہن کی، وہ دونوں اسلام لے آئے ہیں، محمد کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں، پہلے ان کی تو خبر لے لو۔

اب عمر بہن اور بہنوئی کے گھر کی طرف پلٹے، اس وقت خباب بن ارت ان کے گھر میں صحیفے پر لکھی سورۂ طٰہٰ انہیں پڑھا رہے تھے، عمر کی آمد محسوس کرتے ہی چھپنے والی جگہ جا چھپے، فاطمہ نے صحیفہ لے کر اپنی ران کے نیچے چھپا دیا۔ گھر کے قریب پہنچ کر عمر نے دونوں کے قرآن پڑھنے کی آواز سن لی تھی، گھر میں داخل ہوتے ہی عمر نے پوچھا: یہ کیسی بھنبھناہٹ تھی؟ دونوں نے کہا: نہیں، کوئی آواز نہیں تھی، عمر نے کہا: ضرور تھی، بہ خدا! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے محمد کا دین قبول کر لیا ہے، یہ کہہ کر اپنے بہنوئی سعید بن زید کو پکڑ لیا، فاطمہ اپنے شوہر کو بچانے کے لیے اٹھیں تو عمر نے انہیں بھی مارا، جس سے ان کے سر پر زخم آیا۔ یہ سب ہو چکا تو دونوں نے کہا: ہاں! ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور اسلام لا چکے ہیں، تو جو کرنا چاہتا ہے کر لے۔

بہن کے سر سے خون بہتا دیکھ کر عمر اپنے کیے پر پشیمان ہوئے، بہن سے کہا: یہ صحیفہ مجھے دو، جسے تم ابھی پڑھ رہے تھے، میں بھی دیکھوں کہ محمد کیا لے کر آئے ہیں، عمر لکھنا پڑھنا جانتے تھے، یہ سن کر بہن نے

کہا کہ ہمیں ڈر ہے کہ تم اسے ضائع کر دو گے، عمر نے کہا: فکر نہ کرو، اور اپنے خدا کی قسم کھا کر صحیفہ لوٹانے کا یقین دلایا، یہ دیکھ کر بہن کو عمر کے اسلام لانے کی امید بندھی، کہا کہ اے بھائی! تم اپنے شرک کی وجہ سے نا پاک ہو اور اسے صرف پاک ہی چھو سکتے ہیں۔

عمر نے غسل کیا تو سورۂ طٰہٰ پر مشتمل صحیفہ انہیں دے دیا گیا، ایک سطر پڑھ کر ہی عمر نے کہا: کیا ہی خوب کلام ہے!

یہ سن کر حضرت خباب نکلے اور کہا: اے عمر! اللہ کی قسم! مجھے لگتا ہے کہ اللہ نے اپنے نبی کی دعا کی وجہ سے تمہیں چن لیا ہے، میں نے آپ ﷺ کو یہ دعا کرتے سنا تھا کہ اے اللہ! اسلام کو ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعے تقویت دے۔ عمر نے ان سے کہا: مجھے بتاؤ، وہ کہاں ہیں تا کہ میں ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلوں، خباب نے کہا: وہ صفا کے قریب اپنے اصحاب کے ساتھ ایک گھر میں ہیں۔

عمر نے تلوار کمر میں حمائل کی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف چل پڑے، مطلوبہ گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکایا، دروازہ کھٹکنے کی آواز سن کر ایک صحابی نے دروازے کی درز میں سے عمر کو تلوار لٹکائے ہوئے دیکھا، حضرت حمزہ نے کہا: اسے آنے دو، اگر بھلائی کی نیت سے آیا ہے تو اسے بھلائی ہی ملے گی، اور اگر لڑنے کے لیے آیا ہے تو اسی کی تلوار سے ہم اسے قتل کر دیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے آنے دو، ایک صحابی نے انہیں آنے کی اجازت دی، آپ عمر سے ایک کمرے میں ملے، عمر کے پہلو کا کپڑا پکڑ کر زور سے کھینچا اور کہا: اے ابن خطاب! کیوں آئے ہو؟ اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ تم اپنے کاموں سے باز آ سکتے ہو جب تک تم پر کوئی بڑی مصیبت نہ آ پڑے۔

عمر نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول پر اور آپ جو اللہ کے ہاں سے لائے ہیں، اس پر ایمان لانے آیا ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا، جس سے گھر میں موجود سب کو خبر ہو گئی کہ عمر اسلام لے آئے ہیں، آپ ﷺ نے ان سے کہا: اے عمر! (ابھی) اپنا ایمان مخفی رکھو، عمر نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میں اپنے اسلام کا ایسے ہی اعلان کروں گا، جیسے اپنے شرک کا اعلان کیا تھا۔ (۳۰) اس کے بعد صحابہ کرام منتشر ہو گئے۔ حضرت عمر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کے اسلام لانے کے بعد ہر ایک تقویت محسوس کر رہا تھا، انہیں یقین تھا کہ یہ حضرات حضور ﷺ کی حفاظت کریں گے، اسی وجہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ عمر کے اسلام لانے سے ہمیں معاشرے میں بلند مقام حاصل ہوا۔

حضرت خدیجہ کا انتقال

اس کے بعد حضرت خدیجہ کا انتقال ہو گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خدیجہ کے لیے جنت میں ایسا گھر دیکھا ہے، جس میں نہ شور شرابا ہے، نہ کوئی تھکاوٹ کی کوئی صورت ہے۔

حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد اور ہجرت سے تین سال قبل شوال کے مہینے میں آپ ﷺ نے حضرت عائشہ سے نکاح فرمایا، اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی، آپ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی کنواری خاتون سے نکاح نہیں فرمایا، حضرت عائشہ کی والدہ ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس تھیں۔

سفر طائف

پھر آپ ﷺ طائف کی طرف روانہ ہوئے، (۳۱) تا کہ ثقیف سے مدد اور حفاظت حاصل کر سکیں۔ عبد یالیل، حبیب اور مسعود بن عمر و ثقیف کے سردار تھے، جب آپ ﷺ ان کے پاس آئے، انہیں دین کی دعوت دی تو ایک نے کہا کہ کیا اللہ کو تیرے علاوہ رسول بنانے کے لیے کوئی نہیں ملا؟، دوسرے نے کہا: اگر تجھے اللہ نے بھیجا ہے تو گویا وہ خود کعبے کا پردہ چاک کرنا چاہتا ہے، تیسرے نے کہا کہ اگر تو واقعی اللہ کا رسول ہے تو تیرے احترام میں مخالفت میں بولنا درست نہیں، اور اگر تو اللہ پر جھوٹ گھڑ رہا ہے تو میں تجھ سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ ان کی یہ دل آزار باتیں سن کر آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ بنو ربیعہ کے باغ میں کچھ دیر ستانے کے لیے رکے، عتبہ اور شیبہ بھی اس وقت موجود تھے، آپ ﷺ کو اس حالت میں دیکھ کر ان کی رگ قرابت پھڑکی، اپنے نصرانی غلام عداس کو بلا کر کہا کہ یہ ترکھجوریں اس برتن میں رکھ کر اس آدمی کے پاس لے جاؤ۔

جب عداس یہ کھجوریں لے کر آیا تو آپ ﷺ نے کھجوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا، بسم اللہ پڑھی، عداس نے بہ غور آپ ﷺ کے چہرے کو دیکھ کر کہا: آج کل لوگ یہ جملہ نہیں کہتے۔ فرمایا: تم کون ہو؟ کہا: میں نینویٰ کا رہنے والا ایک نصرانی ہوں۔ فرمایا کہ یونس بن متی کے گاؤں سے ہو؟ کہا: آپ کو کیا معلوم کہ یونس بن متی کون تھے؟ فرمایا: وہ اللہ کے نبیوں میں سے ایک نبی اور میرے بھائی تھے۔ یہ سن کر عداس نے آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیتے ہوئے کہنے لگا: قدوس۔ یہ منظر دیکھ کر ربیعہ کے بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تمہارے غلام کو اس نے خراب کر دیا۔ عداس جب ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا کہہ رہے تھے؟ عداس نے کہا: مجھے ایک ایسی بات انہوں نے بتائی ہے، جو نبی کے علاوہ کوئی نہیں بتا سکتا، دونوں نے کہا کہ بد بخت عداس! اپنے دین کو ترک کرنے کے دھوکے کا شکار مت بننا۔

جنات کا اسلام

اہل طائف سے مایوس ہونے کے بعد آپ ﷺ واپسی کے ارادے سے چلے تو راستے میں وادئ نخلہ کے پاس رک کر رات کے ایک پہر نماز ادا کرنے لگے، اس دوران نصیبین کے جنات کا وہاں سے گذر ہوا، رات کا بیشتر حصہ انہوں نے تلاوت سننے میں گزارا۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو سب کے سب ایمان لے آئے اور اپنی قوم کو عذاب خداوندی سے ڈرانے کے لیے چل پڑے، یہ سات نفوس پر مشتمل جماعت تھی۔

پھر آپ ﷺ مکے تشریف لائے، لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت اور اپنی مدد پر آمادہ کرنے لگے، تاکہ آپ کی حفاظت ہو اور آپ بآسانی اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا سکیں۔ ایک دفعہ رات کے وقت صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو غائب پایا تو سخت پریشان ہوئے، کہنے لگے کہ اچک لیے گئے، (یا) دھوکے سے قتل کر دیے گئے۔ گھاٹیوں اور وادیوں میں پھیل کر آپ ﷺ کو تلاش کیا، غار حرا سے آتے ہوئے عبداللہ بن مسعود سے ملاقات ہوئی، عبداللہ نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! ہم نے یہ رات سخت پریشانی میں کاٹی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: جنات کا ایک پیغام رساں آیا تھا، میں انہیں قرآن پڑھ کر سنا رہا تھا، انہوں نے مجھ سے اپنے زاد، یعنی کھانے کی اشیا کے بارے میں پوچھا، میں نے کہا کہ ہر ہڈی، جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے، تمہارے ہاتھ لگتے ہی گوشت سے پر ہو جائے گی، (یہی تمہاری غذا ہے) اور جانوروں کا فضلہ تمہارے جانوروں کی غذا ہے۔

اسی وجہ سے آپ ﷺ نے گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے، کیوں کہ یہ ہمارے جن بھائیوں کی غذا ہے۔

ابن مسعود کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے جنات سے ملاقات کی رات مجھے ان کے آثار اور آگ دکھائی۔

اس کے بعد اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو قبائل پر خود کو پیش کرنے کا حکم دیا۔

آپ ﷺ کا خود کو قبائل پر پیش کرنے کا بیان

رقہ کے حسن بن عبداللہ بن یزید قطان، عبدالجبار بن محمد بن کثیر تمیمی سے، وہ محمد بن بشر یمانی سے، وہ ابان بن عبداللہ بجلی سے، وہ ابان بن تغلب سے، وہ عکرمہ سے اور عکرمہ، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے علی بن ابی طالب نے بیان کیا کہ جب اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو خود کو قبائل عرب پر پیش

کرنے کا حکم دیا تو میں اور ابو بکر آپ ﷺ کے ساتھ عربوں کی ایک مجلس میں گئے، ابو بکر نے سلام کرنے کے بعد سوال کیا کہ آپ کون ہیں؟ کہا: ہم ربیعہ سے ہیں، پوچھا: کون سے ربیعہ سے، عالی نسب ربیعہ سے یا درمیانی نسب اور درمیانی قبائل سے؟ کہا کہ نہیں، بل کہ ہمارا تعلق انتہائی عالی نسب ربیعہ سے ہے۔ ابو بکر نے کہا: عالی نسب میں سے کون سے؟ کہنے لگے کہ ذہل اکبر سے۔

ابو بکر نے کہا: تو تم میں عوف بھی ہے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وادیٔ عوف میں کوئی شریف آدمی نہیں۔

کہنے لگے: نہیں۔

ابو بکر نے کہا کہ تو تم میں بسطام بن قیس ہے جو جرنیل اور بڑا سردار ہے؟

کہنے لگے: نہیں۔

ابو بکر نے کہا کہ جساس بن مرہ تم ہی میں سے ہے، جو عہد کا پکا اور جس کو اپنی پناہ میں لے لے اس کی حفاظت کرنے والا ہے؟

کہنے لگے کہ نہیں۔

ابو بکر نے کہا کہ تو تم میں حوفزان ہے، جو بادشاہوں کو قتل کرنے والا مشہور ہے؟

کہنے لگے: نہیں۔

ابو بکر نے کہا: تو تم میں لخم کے بادشاہوں کی دامادی کا رشتہ ہے؟

کہنے لگے کہ نہیں۔

ابو بکر نے کہا: تب تو تم ذہل اکبر سے نہیں، بل کہ ذہل اصغر سے ہو۔

بنو شیبان کا دغفل نامی ایک نوجوان جس کی مسّیں ابھی ابھی بھیگیں تھی، کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ سوال کرنے والے سے ہمیں بھی پوچھنے کا حق ہے، اے صاحب! آپ نے ہم سے پوچھا، ہم نے بلا کم وکاست آپ کو بتا دیا، اب آپ بتائیے کہ آپ کون ہیں؟

ابو بکر نے کہا: میں قریش سے ہوں۔

نوجوان نے کہا: واہ واہ! عظمت اور سرداری کے مالک، قریش کے کس قبیلے سے تعلق ہے؟

- کہا: تیم بن مرۃ کی اولاد سے۔

نوجوان نے پوچھا: بہ خدا! تم نے تیرانداز کو اپنی کمزوری کی نشاندہی کر دی، تو تم میں قصی بھی ہے، جس نے فہر کے تمام قبائل کو متحد کیا، اور قریش میں مجمع کے نام سے معروف ہوا؟

ابوبکر نے جواب دیا: نہیں۔

نوجوان نے کہا: تو تم میں ہاشم بھی ہے جس نے سرداران مکہ کے قحط سالی میں مبتلا ہوئے ہوئے وقت قوم کو ثرید بنا کر کھلائی،

ابوبکر نے کہا: نہیں۔

نوجوان نے کہا: کیا تم اہل حجابہ (کعبے کے نگہ بانوں) میں سے ہو؟

کہا: نہیں۔

نوجوان نے کہا: کیا تم اہل ندوہ (مشاورت) میں سے ہو؟

کہا: نہیں۔

نوجوان نے کہا: کیا تم میں شیبہ الحمد عبد المطلب نہیں، جو آسمان کے پرندوں کو بھی کھانا کھلاتا تھا، جس کا چہرہ اتنا روشن تھا کہ سخت اندھیری رات کو بھی روشن کردے؟

کہا: نہیں۔

نوجوان نے کہا: کیا اہل سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے والوں) میں سے ہو؟

کہا: نہیں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اونٹنی کی باگ کھینچ کر آپ ﷺ کے پاس آگئے، تو نوجوان نے کہا:

صادف درء السیل درئا یدفعه

یهیضه حینا وحینا یصدعه

سیلاب کا بہاؤ اپنے جیسے بہاؤ کے مقابل آ گیا۔ کبھی یہ اس پر اور کبھی وہ اس پر غالب آنے لگا

بہ خدا! آپ ثابت قدم رہے!

راوی کہتا ہے: آپ ﷺ نے تبسم فرمایا، حضرت علی نے کہا: اے ابوبکر! دیہاتی نے تمہیں اپنی چال میں پھنسا دیا، ابوبکر نے کہا: جی ہاں، اے ابوالحسن! ہر مصیبت کے اوپر ایک اور مصیبت ہوتی ہے، اور ہر مصیبت کا تعلق زبان سے ہے۔

علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے ایک دوسری مجلس کا رخ کیا، حاضرین مجلس پر سکون اور وقار چھایا ہوا تھا، ابوبکر آگے بڑھے، اور وہ ہر خیر کے کام میں سبقت کرنے والے تھے، سلام کیا اور پوچھا: آپ کہاں سے ہیں؟ کہنے لگے: شیبان بن ثعلبہ سے۔

ابوبکر نے آپ ﷺ کی طرف رخ کر کے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا، اے اللہ کے رسول!

اس قوم کے علاوہ کوئی وفادار قوم نہیں، یہ لوگ اپنی قوم کے چنیدہ اور بہترین افراد ہیں، ان میں مفروق بن عمرو، ہانی بن قبیصہ، مثنیٰ بن حارثہ اور نعمان بن شریک جیسے لوگ ہیں۔ ان میں مفروق بن عمرو شکل وصورت اور زبان وبیان کے لحاظ سے سب پر فوقیت رکھتا تھا، اس کے بالوں کی دو لٹیں تھیں جو اس کے سینے پر پڑی رہتی تھیں، اس کے ابوبکر سے اچھے مراسم تھے۔

ابوبکر نے پوچھا: تمہاری تعداد کتنی ہے؟ مفروق نے کہا: ہم ایک ہزار سے زائد ہیں، اور ایک ہزار کبھی عددی قلت کے باعث مغلوب نہیں ہوسکتے۔ ابوبکر نے کہا کہ تمہاری قوت اور شوکت کیسی ہے؟

مفروق نے کہا: ہم پر کوشش کرنا لازم ہے، اور ہر قوم اپنی سی کوشش میں لگی رہتی ہے۔

ابوبکر نے کہا: دشمن اور تمہارے درمیان جنگ وجدال کی کیا کیفیت ہے؟

مفروق نے کہا: جنگ کے میدان میں ہم انتہائی غیظ وغضب کے عالم میں ہوتے ہیں، ہمارا غیظ وغضب طبل جنگ ہوتا ہے، ہم اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کو اولاد پر، اسلحے کو قیمتی اونٹنیوں پر فوقیت دیتے ہیں، فتح بہ ہر حال اللہ ہی کی طرف سے ہے، کبھی ہمیں دے دیتا ہے اور کبھی ہم پر دے دیتا ہے، شاید تم قریشی بھائی ہو؟

ابوبکر نے کہا: تمہیں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچ چکی ہے؟ وہ یہ ہیں۔ مفروق نے کہا: ہاں! ہمیں اس طرح کی خبریں ملی ہیں، اے قریشی بھائی! تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کو وحدہ لاشریک اور مجھے اس کا رسول مانو اور اس کے دین کی حمایت کرو، مجھے پناہ دو اور میری مدد کرو، قریش نے اللہ کا حکم ماننے سے انکار کیا اور اس کے رسول کو جھٹلایا اور باطل کے نشے میں حق سے مستغنی ہوگئے، اور اللہ سب سے زیادہ بے نیاز ہے۔

مفروق نے کہا کہ اے قریشی بھائی! تم اور کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟

آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ O (۳۲)

آپ کہہ دیجئے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں سناؤ جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں، وہ یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور تنگ دستی کی

وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی، اور تم بے حیائی کے کاموں کے پاس نہ پھٹکو، خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ، اور اس جان کو قتل نہ کرو جس کا خون اللہ نے حرام کیا ہے سوائے حق کے، یہ ہے جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے تا کہ تم سمجھو۔

مفروق نے کہا: اور کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟

آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (۳۳)

بے شک اللہ تمہیں عدل واحسان کرنے اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم سمجھو۔

مفروق نے کہا: اللہ کی قسم! آپ نے نہایت پاکیزہ اخلاق اور پسندیدہ افعال کی طرف بلایا ہے۔ پھر مفروق نے اپنی گفت گو میں ہانی بن قبیصہ کو بھی شریک کرنا چاہا اور کہنے لگا کہ یہ ہانی بن قبیصہ ہیں، یہ ہمارے بزرگ اور صاحب علم ہیں۔ ہانی نے کہا کہ اے قریشی بھائی! میں نے آپ کی بات سن لی۔ اگر ہم اپنا دین ترک کر دیں اور آپ کے دین کی اتباع کریں تو یہ رائے کی لغزش اور ناعاقبت اندیشی کی دلیل ہوگی، اور لغزش ہمیشہ جلد بازی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ہمارے پیچھے جو قوم ہے، وہ اس قسم کے معاہدے کو پسند نہیں کرے گی، اس لیے ہم بھی لوٹتے ہیں، آپ بھی لوٹ جایئے، ہم بھی حالات کا جائزہ لیتے ہیں آپ بھی لیں۔ پھر اپنی بات چیت میں مثنیٰ بن حارثہ کو شریک کرنا چاہا اور کہا کہ یہ مثنیٰ ہمارے بزرگ اور امور حرب کے ماہر ہیں، مثنیٰ نے کہا کہ ہم نے آپ کی بات سنی ہے اور میرا جواب بھی وہی ہے جو ہانی نے اپنے دین کو ترک کرنے اور آپ کا اتباع کرنے کی صورت میں دیا، لیکن یہاں ہمیں دو مشکلات درپیش آسکتی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دو مصیبتیں کیا ہیں؟ جواب دیا کہ کسریٰ کی نہریں اور عربوں کا پانی، کسریٰ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ نہ ہم کوئی نیا کام کریں گے، نہ ایسا کرنے والے کو پناہ دیں گے، اور میرے خیال میں آپ جس بات کی دعوت دے رہے ہیں، وہ بادشاہوں کو ناپسند ہے، اگر آپ چاہیں تو عرب کے پانیوں سے متصل علاقوں میں ہم آپ کی مدد کریں اور پناہ دیں تو ہم ایسا کر سکتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: صراحت اور وضاحت کے ساتھ تم نے اچھے طریقے سے انکار کیا ہے، اللہ کے دین کی اس وقت تک مدد نہیں ہوسکتی، جب تک اس کا پورا احاطہ نہ کیا جائے، تمہیں کیا خبر کہ کچھ ہی

عرصے میں اللہ تمہیں ان کی زمین، ملک اور مال ودولت کا مالک بنا دے، اور ان کی عورتیں تمہارے بستر بچھائیں، کیا تب تم اللہ کی پاکی اور تقدیس بیان کروگے؟ نعمان بن شریک نے کہا کہ جی ہاں، کیوں نہیں۔

راوی کہتا ہے: آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيۡرًا (۳۴)

ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔

اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ۔

آیت تلاوت فرمائی، پھر آپ ﷺ ابوبکر صدیق کا ہاتھ تھام کر یہ کہتے ہوئے کھڑے ہوئے:

اے ابوبکر! زمانۂ جاہلیت کے بعض اخلاق کیا ہی خوب ہیں! کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کو نیچا دکھاتے ہیں۔ (۳۵)

ابو حاتم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ خود کو قبائل عرب پر پیش کریں، انہیں اللہ وحدہ کی طرف دعوت دیں، شرک سے منع کریں، اپنی مدد اور تصدیق کا کہیں، چناں چہ آپ ﷺ عربوں کی کسی مجلس یا محلے سے گذرتے اور لوگوں کو مجتمع دیکھتے تو فرماتے کہ میں اللہ کی طرف سے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اسی کی عبادت کرو، کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو، میری تصدیق کرو۔ اس دوران آپ کے چچا عبدالعزیٰ ابولہب بن عبدالمطلب آپ کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا آتا اور کہتا: اے لوگو! اس کی بات نہ مانو، یہ بہت بڑا جھوٹا ہے، ایک مرتبہ آپ قبیلہ کندہ کے علاقے میں آئے، ان پر خود کو پیش کیا، اور اللہ کی طرف دعوت دی، انہیں نے دونوں باتیں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ (۳۶)

قبیلہ کلب کے علاقے میں آئے، ان کی بنو عبداللہ نامی شاخ سے بات کی، انہیں دعوت دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنو عبداللہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے جد امجد کا کیا ہی خوب نام رکھا ہے، میں اللہ کا رسول ہوں، میری اتباع کرو، تاکہ میں اس کے دین کو نافذ کرسکوں۔ لیکن انہوں نے بھی اسے قبول نہ کیا۔

پھر آپ ﷺ بنو حنیفہ کے علاقے میں بھی آئے، انہوں نے آپ کی ہر بات جھٹلائی، قبائل عرب میں سب سے زیادہ سختی سے یہی لوگ پیش آئے۔

قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کے علاقے میں آکر انہیں دعوت دی، ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر ہم

نے آپ کی اتباع اور تصدیق کی، پھر اللہ نے آپ کی مدد کی اور آپ کو مخالفین پر غالب کر دیا تو کیا ہمیں آپ کے بعد حکومت و امارت میں سے کچھ حصہ ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حکومت و اقتدار کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہے اس منصب پر فائز کرے۔

یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ آپ کی خاطر ہم عربوں سے اپنی گردنیں کٹوائیں، اور جب آپ غالب ہو جائیں تو حکومت ہمارے علاوہ کسی اور کو ملے! ہمیں آپ کے معاملے سے کوئی دل چسپی نہیں۔ (۳۷)

آپ ﷺ موسم حج میں بھی اسی طرح خود کو قبائل عرب پر پیش کرتے، اسی دوران آپ عقبہ پہنچے، وہاں آپ نے ایک جماعت کو رمی جمرہ سے فارغ ہوتے دیکھا تو ان کے سامنے آ کر کہا: تم لوگ کہاں سے ہو؟ کہنے لگے: ہم خزرج سے ہیں۔

فرمایا: کیا یہود کے حلیفوں میں سے؟

کہنے لگے: جی ہاں!

آپ ﷺ نے انہیں بھی اسلام اور اپنی اعانت کی دعوت دی۔

یہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے: اے قوم! یہ تو وہی ہیں، جن کے بارے میں ہمیں یہود کہتے تھے کہ آخری زمانے میں مبعوث ہوں گے۔ یہود اور ان کے درمیان جب کوئی چپقلش وغیرہ ہو جاتی تو یہودی کہتے کہ ہم تو صرف اس نبی کا انتظار کر رہے ہیں، جو ابھی مبعوث ہونے والا ہے، وہ تمہیں عاد و ثمود کی طرح تہ تیغ کرے گا، ہم ان کا اتباع کریں گے اور تم پر غالب آئیں گے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو جواباً کہا کہ ہم اپنی قوم میں لوٹ کر آپ کی دعوت کے بارے میں انہیں بتائیں گے، ہمارے پس و پیش کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم اپنی قوم کو آپس میں لڑتے جھگڑتے چھوڑ آئے ہیں، عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں، جس میں ہمارے قبیلے سے بڑھ کر آپسی عداوت و دشمنی ہو۔ جو ہم نے آپ سے سنا وہ ہم انہیں بتا دیں گے، شاید اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں قبولیت ڈال دیں، اور ان کی آپس کی لڑائی صلح میں بدل جائے، ان کے دل آپس میں قریب قریب ہو جائیں، اور شاید وہ اس معاملے میں متحد و متفق ہو جائیں، اگر وہ اس دعوت پر صاد کر لیں تو آپ سے بڑھ کر ہماری نظر میں کوئی باعزت نہیں ہوگا۔

پھر یہ لوگ مدینے آئے اور آپس میں اس دعوت کا ذکر کرنے لگے۔

بنو عامر کے ایک عمر رسیدہ بزرگ بڑھاپے کی وجہ سے حج کرنے نہیں جا سکتے تھے، یہ صاحب الرائے بزرگ تھے، جب بھی حاجی لوٹتے تو یہ وہاں کے حال احوال دریافت کرتے، اس سال جب حاجی لوٹے اور انہوں نے آپ ﷺ کی دعوت کے بارے میں بتایا تو یہ سن کر شیخ نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور کہا

کہ اے بنی عامر! کیا اس کی تلافی ممکن ہے؟ کیا یہ معاملہ دوبارہ ہاتھ آ سکتا ہے؟ اللہ کی قسم! بنو اسماعیل کے کسی فرد نے ایسی بات کبھی نہیں گھڑی، بے شک وہ حق پر ہیں۔ بدبختو! تمہاری ذہانت اور معاملہ فہمی کو کیا ہو!!!

اسی دوران قریش نے مکے میں رات کے وقت ایک آواز سنی، آواز کا مخرج معلوم نہ ہو سکا، وہ آواز کہہ رہی تھی:

فان یسلم السعدان یصبح محمد
من الأمر لا یخشی خلاف المخالف

اگر دونوں سعد (سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ) اسلام لے آئے تو محمد ایسے مقام پر ہوں گے جہاں انہیں مخالفین کی ذرا پروا نہ ہوگی۔

یہ سن کر قریش نے کہا کہ اگر ان دونوں سعد کے بارے میں معلوم ہو جائے تو ہم انہیں نیست و نابود کر دیں۔ اسی آواز نے دوبارہ کہا:

فیا سعد، سعد ال أوس کن أنت مانعا
ویا سعد سعد الخزرجین الغطارف
أجیبا الی داعی الهدی وتمنیا
علی الله فی الفردوس زلفة عارف
فان ثواب اللّٰه لطالب الهدی
جنان من الفردوس ذات رفارف(۳۸)

اے اوس کے سعد تو محافظ بن جا، اور جنگ جو خزرج کے سعد تو بھی ایسا ہو جا! ہدایت کے داعی کو لبیک کہو اور فردوس میں اللہ تعالیٰ سے عارف کے مقام کی امید رکھو! کیوں کہ طالب ہدایت کے لیے اللہ کی طرف سے ثواب گھنے درختوں والی فردوس کے باغات ہیں۔

بیعت عقبہ اولیٰ

محمد بن احمد بن عون رازی، عمار بن حسن، سلمہ بن فضل نے ابن اسحاق سے روایت کی کہ مجھے یزید بن ابی حبیب، عبداللہ یزنی، عبدالرحمٰن بن عسیلہ صنابحی نے عبادہ بن صامت سے خبر دی کہ بیعت عقبہ اولیٰ میں ہم بارہ افراد تھے، ہم نے آپ ﷺ سے ان امور پر بیعت کی جن پر آپ خواتین سے بیعت لیتے تھے،

یعنی نہ ہم شرک کریں گے، نہ چوری کریں گے، نہ زنا کریں گے، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے، نہ اپنے دونوں ہاتھوں اور پاؤں سے کوئی بہتان تراشیں گے، نہ کسی خیر کے کام میں آپ ﷺ کی نافرمانی کریں گے، جس نے ان امور کا ایفا کیا، اس کے لیے جنت ہے، اور جس نے ان میں سے کسی کام کا ارتکاب کیا، اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، چاہے تو عذاب دے، چاہے تو بخش دے۔

ابو حاتم کہتے ہیں: جب بھی موسم حج آتا آپ ﷺ قبائل قبائل گھوم کر اللہ تعالیٰ کی دعوت دیتے، ایک رات آپ کے پاس انصار کے بارہ نقیب (نگراں) جمع ہوئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہمیں ڈر ہے کہ اگر آپ اسی حالت میں ہمارے پاس آئے تو ہم وہ نہیں کرسکیں گے جو ہم چاہتے ہیں، لیکن اس وقت ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں اور اگلے سال ملاقات کا وقت مقرر کرتے ہیں، آپ ﷺ نے ان سے بیعت کی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، نہ چوری کریں گے، نہ زنا کریں گے، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے، نہ اپنے دونوں ہاتھوں اور پاؤں سے کوئی بہتان گھڑیں گے، نہ کسی بھلائی کے کام میں آپ کی نافرمانی کریں گے، جس نے ان ایسا کیا اس کے لیے جنت ہے، اور جس نے ان میں سے کسی کا ارتکاب کیا اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، چاہے تو معاف کردے اور چاہے تو عذاب میں ڈال دے۔

بیعت میں شریک افراد کے نام درج ذیل ہیں:

بنو نجار میں سے تین افراد تھے: ابو امامہ اسعد بن زرارہ بن عدس، حارث بن رفاعہ کے دونوں بیٹے عوف اور معاذ۔

بنو زریق بن عامر بن زریق میں سے: رافع بن مالک بن عجلان، ذکوان بن عبد قیس بن خالد۔

بنو غنم میں سے: عوف بن عمر بن عوف بن خزرج۔

اہل قوافل میں سے عبادہ بن صامت بن قیس بن اصرم، ابو عبد الرحمٰن بن یزید بن ثعلبہ، قبیلہ بلی میں سے ان کے حلیف، بنو سالم بن عوف میں سے: عباس بن عبادہ بن نضلہ۔

بنو سلمہ میں سے: جعد بن سعید۔ بنو حرام میں سے: عقبہ بن عامر بن نابی، قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن سواد۔

بنو عبد الاشہل بن جشم میں سے: ابو الہیثم بن تیہان، ان کا نام مالک ہے۔ عویم ابن ساعدہ۔ (۳۹)

یہ حضرات مدینے لوٹے، سارا معاملہ اپنی قوم کے گوش گذار کیا، مدینے میں اسلام کا چرچا ہونے لگا، انصار میں سے ایک کے بعد ایک مدینے سے نکل کر مکے جاتا، آپ ﷺ کے دستِ مبارک پر ایمان لاتا اور اپنے وطن لوٹ آتا، اس کے اسلام لانے کی وجہ سے اس کے متعلقین بھی دائرۂ اسلام میں داخل

ہو جاتے ، یہاں تک کہ انصار کے گھرانوں میں سے کوئی گھر ایسا نہ رہا، جس میں مسلمانوں کی ایک معتد بہ تعداد نہ ہو اور اسلام کا اظہار نہ کرتی ہو۔

اوس اور خزرج میں امامت صلاۃ کے بارے میں اختلاف رائے ہوا، ہر فریق دوسرے کے امام بننے کا روادار نہ تھا، آپ ﷺ کو خط لکھا کہ اپنے اصحاب میں سے کسی کو ہمارے پاس بھیجیں، تا کہ وہ ہمیں دین کی باتیں بتائے، آپ ﷺ نے مصعب بن عمیر کو چند افراد کے ساتھ مدینے روانہ کیا۔ آپ مدینے آئے اور اسعد بن زرارہ کے ہاں قیام کیا، اسعد انہیں لے کر انصار کے پاس جاتے، مصعب انہیں اللہ کی طرف دعوت دیتے، قرآن پڑھ کر سناتے، اور جو پہلے سے اسلام قبول کر چکا ہوتا، اسے احکام اسلام کی تعلیم دیتے۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر نے آپ ہی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، سعد اور اسید کے اسلام کا قصہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ مصعب اسعد کے ساتھ چند مسلمانوں کو لے کر بنی نجار کے ایک باغ کی طرف روانہ ہوئے، سعد بن معاذ کو جب اس کا پتہ چلا تو انہوں نے اسید بن حضیر سے کہا کہ اس آدمی کے پاس جاؤ، اگر اس کے ساتھ میری خالہ کا بیٹا اسعد بن زرارہ نہ ہوتا تو میں اس سے نپٹ لیتا، اسید نے اپنا چھوٹا نیزہ لیا اور مصعب کے پاس آ کر گالی گلوچ کرنے لگا، قبل ازیں اسید کو دور سے اپنی طرف آتا دیکھ کر اسعد نے مصعب سے کہا کہ یہ اسید ہے، ہماری قوم کا سردار ہے، اثر ونفوذ کا مالک بڑا آدمی ہے۔ اسید ان کے پاس آ کر بدکلامی کرنے لگے تو مصعب نے کہا: کیا آپ بیٹھ کر بات نہیں سن سکتے ؟! بات اگر اچھی لگے تو قبول کر لینا اور ناپسند آئے یا اپنے مخالف لگے تو ہم آپ کو معذور سمجھیں گے، اسید نے کہا: تم نے انصاف کی بات کی۔ نیزہ زمین میں گاڑ کر بیٹھ گئے، مصعب نے انہیں اسلام کے بارے میں بتایا، قرآن کی تلاوت کی، سعد نے کہا کہ کیا ہی اچھی باتیں ہیں، ہم آپ کی دعوت قبول کرتے ہیں اور اس کے پھیلانے میں آپ کی مدد کریں گے، اسلام کو قبول کرنے کے لیے کیا کرنا پڑتا ہے؟ مصعب نے کہا: غسل کرو، کپڑوں کو پاک کرو، حق کی گواہی دو اور دو رکعت ادا کرو۔ سعد نے اسی طرح کیا۔ یہاں سے اٹھ کر سعد بنی عبد الاشہل کے پاس آئے، انہیں دور سے دیکھ کر لوگوں کہنے لگے: بہ خدا! یہاں سے جاتے وقت سعد کی جو کیفیت تھی، وہ اب نہیں۔ سعد جب ان کے پاس پہنچے تو لوگوں نے کہا کہ کیا لے کر آئے ہو؟ سعد نے کہا: اے بنی عبد الاشہل! میری سرداری اور تمہارے لیے اگر میں کوئی فیصلہ کرلوں تو اسے کیسا سمجھو گے؟ کہنے لگے کہ تم ہم میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہو، سعد نے کہا: تو جان لو! تمہارے مردوں اور عورتوں سے بات کرنا مجھ پر حرام ہے تا آن کہ تم اللہ کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کی گواہی نہ دے دو، اور ان کے دین میں نہ داخل ہو جاؤ۔ شام تک بنی عبد الاشہل کے خاندان میں کوئی ایسا گھرانہ نہ رہا جو اسلام قبول نہ کر

چکا ہو۔(۴۰)

مدینے میں پہلی نماز جمعہ

مدینے میں اولین نماز جمعہ قائم کرنے اور امامت کرنے والے ابوامامہ اسعد بن زرارہ تھے، نماز جمعہ میں چالیس افراد شریک تھے، یہ نماز نقیع الخضمات نامی باغ میں جو بنی بیاضہ کی پتھریلی زمین تھی، ادا کی گئی۔ حضرت کعب بن مالک مدینہ میں جب کبھی نماز جمعہ کی اذان سنتے تو کہتے: اللہ تعالیٰ ابوامامہ اسعد بن زرارہ پر رحم فرمائے!(۴۱)

معراج کی رات آسمانوں کی سیر کا تذکرہ

حسن بن سفیان شیبانی، احمد بن المثنی تمیمی، عمران بن موسیٰ بن مجاشع سختیانی، کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا خالد قیسی نے، انہیں بیان کیا ہمام بن یحییٰ نے، انہیں قتادہ نے انس بن مالک بن صعصعہ سے روایت کرتے ہوئے کہ آپ ﷺ نے انہیں اسراو معراج کی رات کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں حطیم (یا شاید فرمایا ہو: حجر اسود کے پاس) میں لیٹا ہوا تھا کہ اچانک جبریل آئے، انہوں نے یہاں سے یہاں تک شق کیا، میرا دل نکالا، ایمان اور حکمت سے پُر سونے کا تھال لایا گیا، میرے دل کو اس میں دھو کر واپس اپنی جگہ پر نصب کیا گیا۔ پھر خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا جانور لایا گیا، جو حد نگاہ تک ایک جست میں پہنچ جاتا تھا، مجھے اس پر سوار کیا گیا، جبریل مجھے لے کر چلے، آسمان دنیا تک پہنچے تو اسے کھولنے کا کہا، پوچھا گیا: کون ہو؟ کہا: جبریل ہوں، پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ہیں، فرشتے نے پوچھا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا: جی ہاں، فرشتے نے کہا: مرحبا، یہ آمد کتنی ہی خوب ہے! فرشتے نے دروازہ کھول دیا۔ میں دروازے سے داخل ہوا تو وہاں آدم (علیہ السلام) کو پایا، جبریل نے کہا: یہ آپ کے والد آدم ہیں، انہیں سلام کیجیے، فرمایا: میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: صالح بیٹے اور صالح نبی کو مرحبا۔

پھر جبریل مجھے لے کر دوسرے آسمان پر چڑھے، دروازہ کھولنے کا کہا، فرشتے نے پوچھا: کون ہو؟ کہا: جبریل ہوں، فرشتے نے پوچھا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا: محمد ہیں۔ فرشتے نے پوچھا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا: جی ہاں، فرشتے نے کہا: مرحبا، یہ آمد کتنی ہی خوب ہے! پھر فرشتے نے دروازہ کھول دیا، جب میں دروازے سے داخل ہوا تو وہاں عیسیٰ اور یحییٰ کو پایا، یہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں، جبریل نے کہا: یہ عیسیٰ اور یحییٰ ہیں، انہیں سلام کیجیے، فرمایا: میں نے انہیں سلام کیا، دونوں نے مجھے

سلام کا جواب دیا اور کہا: صالح بھائی اور صالح نبی کو مرحبا۔

پھر جبریل مجھے لے کر تیسرے آسمان پر چڑھے، دروازہ کھولنے کا کہا، فرشتے نے پوچھا: کون ہو؟ کہا: جبریل ہوں، فرشتے نے پوچھا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا: محمد ہیں۔ فرشتے نے پوچھا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا: جی ہاں، فرشتے نے کہا: مرحبا، یہ آمد کتنی ہی خوب ہے! پھر فرشتے نے دروازہ کھول دیا، جب میں دروازے سے داخل ہوا تو وہاں یوسف کو پایا، جبریل نے کہا: یہ یوسف ہیں، انہیں سلام کیجیے، فرمایا: میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور کہا: صالح بھائی اور صالح نبی کو مرحبا۔

پھر جبریل مجھے لے کر چوتھے آسمان پر چڑھے، دروازہ کھولنے کا کہا، فرشتے نے پوچھا: کون ہو؟ کہا: جبریل ہوں، فرشتے نے پوچھا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا: محمد ہیں۔ فرشتے نے پوچھا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا: جی ہاں، فرشتے نے کہا: مرحبا، یہ آمد کتنی ہی خوب ہے! پھر فرشتے نے دروازہ کھول دیا، جب میں دروازے سے داخل ہوا تو وہاں ادریس کو پایا، جبریل نے کہا: یہ ادریس ہیں، انہیں سلام کیجیے، فرمایا: میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور کہا: صالح بھائی اور صالح نبی کو مرحبا۔

پھر جبریل مجھے لے کر پانچویں آسمان پر چڑھے، دروازہ کھولنے کا کہا، فرشتے نے پوچھا: کون ہو؟ کہا: جبریل ہوں، فرشتے نے پوچھا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا: محمد ہیں۔ فرشتے نے پوچھا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا: جی ہاں، فرشتے نے کہا: مرحبا، یہ آمد کتنی ہی خوب ہے! پھر فرشتے نے دروازہ کھول دیا، جب میں دروازے سے داخل ہوا تو وہاں ہارون کو پایا، جبریل نے کہا: یہ ہارون ہیں، انہیں سلام کیجیے، فرمایا: میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور کہا: صالح بھائی اور صالح نبی کو مرحبا۔

پھر جبریل مجھے لے کر چھٹے آسمان پر چڑھے، دروازہ کھولنے کا کہا، فرشتے نے پوچھا: کون ہو؟ کہا: جبریل ہوں، فرشتے نے پوچھا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا: محمد ہیں۔ فرشتے نے پوچھا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا: جی ہاں، فرشتے نے کہا: مرحبا، کیا ہی اچھی آمد ہے! پھر فرشتے نے دروازہ کھول دیا، جب میں دروازے سے داخل ہوا تو وہاں موسیٰ کو پایا، جبریل نے کہا: یہ موسیٰ ہیں، انہیں سلام کیجیے، فرمایا: میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور کہا: صالح بھائی اور صالح نبی کو مرحبا۔

جب میں ان کے پاس سے جانے لگا تو موسیٰ رو پڑے، جبریل نے پوچھا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں اس لیے رو رہا ہوں کہ ایک نوجوان میرے بعد مبعوث کیا گیا لیکن اس کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوگی۔

پھر جبریل مجھے لے کر ساتویں آسمان پر چڑھے، دروازہ کھولنے کا کہا، فرشتے نے پوچھا: کون ہو؟ کہا: جبریل ہوں، فرشتے نے پوچھا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا: محمد ہیں۔ فرشتے نے پوچھا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا: جی ہاں، فرشتے نے کہا: مرحبا، کیا ہی اچھی آمد ہے! پھر فرشتے نے دروازہ کھول دیا، جب میں دروازے سے داخل ہوا تو وہاں ابراہیم کو پایا، جبریل نے کہا: یہ آپ کے والد ابراہیم ہیں، انہیں سلام کیجیے، فرمایا: میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور کہا: صالح نبی اور صالح بیٹے کو مرحبا۔

پھر میرے سامنے سدرۃ المنتہی بلند کیا گیا (جو بیری کا ایک درخت ہے) اس کے پھل (بیری) اتنے بڑے بڑے تھے جیسے مقام ہجر کے مٹکے اور اس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح تھے۔ جبریل امین نے کہا کہ یہ سدرۃ المنتہی ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ وہاں چار نہریں ہیں، ان میں سے دو نہریں اندر جا رہی ہیں، اور دو باہر آ رہی ہیں، میں نے کہا کہ اے جبریل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ دونوں نہریں جو اندر کی طرف جاتی ہیں جنت میں ہیں اور وہ نہریں جو باہر آ رہی ہیں، نیل اور فرات ہیں۔ پھر میرے سامنے بیت معمور کو بلند کیا گیا، پھر میرے پاس شراب، دودھ اور شہد کے پیالے لائے گئے، میں نے دودھ کا پیالا لیا تو جبریل نے کہا: یہ فطرت انسانی ہے، آپ اور آپ کی امت فطرت پر کاربند رہے گی۔

پھر مجھ پر روزانہ پچاس نمازیں فرض کی گئیں، میں انہیں لے کر واپس ہوا، موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا احکام دیے گئے؟ میں نے کہا: مجھے روزانہ پچاس نمازیں پڑھنے کا حکم مرحمت فرمایا گیا ہے، فرمایا: آپ کی امت روزانہ پچاس نمازیں ادا نہیں کر سکتی، میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں، بنی اسرائیل کو خوب آزما چکا ہوں، آپ واپس جائیے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کیجیے۔ میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔

دوبارہ موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا احکام دیے گئے؟ میں نے کہا: مجھے روزانہ چالیس نمازیں پڑھنے کا حکم مرحمت فرمایا گیا ہے، فرمایا: آپ کی امت روزانہ چالیس نمازیں ادا نہیں کر سکتی، میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں، بنی اسرائیل کو خوب آزما چکا ہوں،

آپ واپس جایئے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کیجیے۔ میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں مزید کم کر دیں۔

دوبارہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا احکام دیے گئے؟ میں نے کہا: مجھے روزانہ تیس نمازیں پڑھنے کا حکم مرحمت فرمایا گیا ہے، فرمایا: آپ کی امت روزانہ تیس نمازیں ادا نہیں کر سکتی، میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں، بنی اسرائیل کو خوب آزما چکا ہوں، آپ واپس جایئے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کیجیے۔ میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔

دوبارہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا احکام دیے گئے؟ میں نے کہا: مجھے روزانہ بیس نمازیں پڑھنے کا حکم مرحمت فرمایا گیا ہے، فرمایا: آپ کی امت روزانہ بیس نمازیں ادا نہیں کر سکتی، میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں، بنی اسرائیل کو خوب آزما چکا ہوں، آپ واپس جایئے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کیجیے۔ میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔

دوبارہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا احکام دیے گئے؟ میں نے کہا: مجھے روزانہ دس نمازیں پڑھنے کا حکم مرحمت فرمایا گیا ہے، فرمایا: آپ کی امت روزانہ دس نمازیں ادا نہیں کر سکتی، میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں، بنی اسرائیل کو خوب آزما چکا ہوں، آپ واپس جایئے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کیجیے۔ میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے روزانہ پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا۔ دوبارہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا احکام دیے گئے؟ میں نے کہا: مجھے روزانہ پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم مرحمت فرمایا گیا ہے، فرمایا: آپ کی امت روزانہ پانچ نمازیں ادا نہیں کر سکتی، میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں، بنی اسرائیل کو خوب آزما چکا ہوں، آپ واپس جایئے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کیجیے۔ میں نے کہا: میں اتنی مرتبہ درخواست کر چکا ہوں کہ اب مجھے شرم آتی ہے، اب میں راضی ہوں اور اللہ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔

جب میں آگے بڑھا تو ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا: میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں کے لیے تخفیف کر دی۔ (۴۴)

ابو حاتم کہتے ہیں: آپ ﷺ کو راتوں رات بیت المقدس کی سیر کرائی گئی، وہاں سے آسمان کی

طرف لے جایا گیا اور آپ پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں، پھر اللہ پاک نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا کہ بیت المقدس کے پاس آپ ﷺ کی امامت کریں اور نماز کے اوقات سکھلائیں۔ جب ظہر کا وقت داخل ہوا تو منادی کی گئی: نماز کھڑی ہونے والی ہے! لوگ تیزی سے اٹھے اور اپنے نبی کی اقتدا میں کھڑے ہو گئے، تسمے کے برابر سورج کے مائل (زوال) ہونے کے بعد آپ نے ان کی امامت کی۔ جبریل آپ کے امام تھے اور آپ لوگوں کی امامت فرما رہے تھے، جب ہر چیز کا سایہ اس کی اصل کے مطابق ہو گیا۔ عصر کی امامت کی مغرب کی امامت اس وقت کی جب روزہ دار روزہ کھولتا ہے۔ عشا کی امامت شفق کے غائب ہونے کے بعد فرمائی، فجر کی امامت اس وقت فرمائی جب روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ اگلے روز ظہر کی امامت اس وقت فرمائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی اصل کے مطابق ہو گیا۔ عصر کی امامت ہر چیز کا سایہ اس کے دوگنا ہونے کے وقت فرمائی، مغرب کی امامت روزہ دار کے افطار کے وقت فرمائی، عشا کی امامت ایک تہائی رات بیتنے کے بعد فرمائی، فجر کی امامت اس وقت فرمائی جب خوب روشنی ہو گئی۔ پھر جبریل علیہ السلام نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے محمد! یہی ہے آپ کا وقت اور آپ سے پہلے انبیا کے نماز کا وقت۔ آپ کا وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔ (۴۳)

عقبہ میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر انصار کی دوسری بیعت

صیمرہ کے رہنے والے محمد بن صالح طبری، ابو کریب، ادریس نے یحییٰ بن سعید انصاریین، عبید اللہ بن عمر، محمد بن اسحاق نے عبادہ ابن ولید بن عبادہ بن صامت سے انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے دادا عبادہ بن صامت سے روایت کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ تنگی، فراخی، مجبوری وخوشی اور رہم پر دوسروں کو ترجیح دینے کی صورت میں بھی مطیع وفرماں بردار رہیں گے، حکومت وخلافت کے اہل سے نزاع نہیں کریں گے، جہاں کہیں بھی ہوں حق بات کہیں گے، اللہ کے دین کی خاطر ملامت کرنے والوں کی ملامت سے خائف نہیں ہوں گے۔ (۴۴)

ابو حاتم کہتے ہیں کہ جب اگلا سال آیا جس کا انصار نے وعدہ کیا تھا کہ آپ ﷺ سے مکے میں اگلے سال ملاقات کریں گے، ستر انصاری اپنی قوم کے مشرکین کے ساتھ مدینے سے روانہ ہوئے۔ ذی حلیفہ پہنچے تو انصار کے ایک بڑے سردار براء بن معرور بن صخر نے کہا کہ میری ایک تجویز ہے، مجھے نہیں معلوم کہ تم لوگ اس کی موافقت کرو گے یا نہیں، وہ یہ کہ اس عمارت (کعبہ) کو میں اپنی پیٹھ کی طرف نہ کروں، بل کہ اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھوں، انصار نے کہا: بہ خدا! یہ تجویز صحیح نہیں، قبلے کے علاوہ

ہم کسی اور طرف رخ کر کے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ سب نے بیت المقدس کی طرف اور براء نے کعبے کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کی ٹھانی۔ سورج غروب ہوا تو براء نے کعبے کی طرف اور دیگر نے شام کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ جب مکے پہنچے تو براء بن معرور نے کعب بن مالک سے کہا: اے چچا کے بیٹے! بہ خدا! میں نے اس سفر میں ایک نیا کام کیا ہے، آؤ حضور کے پاس چلیں تا کہ میں ان سے اپنے فعل کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں استفسار کروں۔ یہ دونوں حضرات آپ ﷺ کے صورت آشنا نہ تھے، صرف عباس بن عبدالمطلب سے بھی اس لیے واقف تھے کہ وہ وقتاً فوقتاً تجارت کے لیے مدینہ آتے جاتے رہتے تھے۔ یہ دونوں روانہ ہوئے، مکہ میں آپ ﷺ کے بارے میں پوچھنے لگے، بطحا پہنچ کر ایک شخص سے آپ کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا: کیا تم انہیں جانتے ہو؟ کہنے لگے: نہیں، اس نے کہا: کیا عباس بن عبدالمطلب سے واقف ہو؟ کہنے لگے: جی ہاں! اجنبی نے کہا: جب تم مسجد میں جاؤ تو دیکھو کہ عباس کے ساتھ کون بیٹھا ہوا ہے، جو ان کے ساتھ ہے وہی حضور ﷺ ہیں، میں ابھی انہیں اسی حالت میں دیکھ کر آیا ہوں۔

یہاں سے نکل کر مسجد حرام آئے، آپ ﷺ اور حضرت عباس کو سلام کر کے پاس بیٹھ گئے، آپ نے عباس سے کہا: کیا تم ان دونوں کو جانتے ہو؟ عباس نے کہا: جی ہاں! یہ براء بن معرور اور یہ کعب بن مالک ہیں۔

براء نے آپ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنے اس سفر میں ایک نیا کام کیا ہے جس کے بارے میں مجھے تردد ہے، آپ میرا تردد دور فرمایئے، میرا خیال ہے کہ اس عمارت کو میں اپنی پیٹھ پیچھے نہ کروں اور میں نے اس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی تو میرے رفقا نے مجھے برا بھلا کہا اور میری مخالفت کی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم قبلے پر ہی کاربند تھے اگر تھوڑا سا صبر کر لیتے۔ اتنا ہی فرمایا اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔

یہ سب انصار مدینہ منیٰ روانہ ہوئے، ایام تشریق کے وسط میں ایک رات آپ ﷺ سے عقبہ میں ملاقات کرنے کا وعدہ کیا۔ رات کے اندھیرے میں انصار ایک ایک کر کے اپنے کجاووں سے کھسکنے لگے، تا کہ ساتھ آئے ہوئے مشرکین کو اس معاملے کی بھنک نہ پڑے۔

عقبہ میں جب سب جمع ہو گئے تو آپ ﷺ اپنے چچا عباس کے ساتھ تشریف لائے، سب سے پہلے عباس بولے، اور کہا: اے خزرج کے لوگو! محمد اس وقت اپنی قوم اور شہر میں بہ حفاظت سے ہیں، ہم نے

اس شہر میں اپنے ہر مخالف سے ان کی حفاظت کی ہے، لیکن ان کی رائے تمہارے ہاں جانے ہی کی ہے، اگر تم سمجھتے ہو کہ تم اپنے وعدے کا ایفا کرسکو گے تو جس ارادے سے آئے ہو اس پر عمل کرلو (یعنی بیعت) اگر تمہیں ان کی وجہ سے اپنی جان جانے کا خوف ہے تو ابھی سے انہیں چھوڑ دو، کیوں کہ یہ یہاں محفوظ اور عزت کے ساتھ ہیں۔

انصار نے کہا: ہم نے آپ کی بات سن لی۔ پھر آپ ﷺ نے کلام فرمایا، قرآن کی تلاوت فرمائی اور اللہ کی طرف دعوت دی، سب نے آمنا اور صدقنا کہا۔

پھر براء بن معرور نے آپ ﷺ کا ہاتھ تھام کر کہا: ہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

آپ ﷺ بیعت کے الفاظ تلقین فرمانے لگے: میں تم سے بیعت لیتا ہوں خوشی مجبوری دونوں میں اطاعت وفرماں برداری کی، تنگی وفراخی میں مال خرچ کرنے کی، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی، اور اللہ کے دین کی خاطر کسی ملامت گر کی ملامت سے خوف نہ کھانے کی، اور اس بات پر کہ تم میری اسی طرح مدد اور حفاظت کرو گے جیسے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی کرتے ہو، اس کے بدلے میں تمہارے لیے جنت ہے۔ سب انصاریوں نے ان باتوں پر آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

عباس بن عبادہ بن نضلہ نامی ایک شخص کہنے لگا: اے جماعت انصار! کیا تم جانتے ہو کہ اس آدمی کے ہاتھ پر تم کس چیز کی بیعت کررہے ہو، تم ہر کالے اور سرخ سے جنگ مول لینے پر بیعت کررہے ہو، اگر تم سمجھتے ہو کہ تم اپنے اس عہد کی پاسداری کرلو گے تو اس سے بڑھ کے دنیا وآخرت میں کوئی اچھی چیز نہیں۔

ابوہیثم بن تیہان نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہماری اپنی قوم میں قرابتیں ہیں اور ہم انہیں آپ کی خاطر قربان کررہے ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم آپ سے بیعت کریں اور اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ عطا فرمائیں تو آپ اپنی قوم کی طرف لوٹ آئیں اور ہمیں تنہا چھوڑ دیں!

آپ ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا: خون کا بدلہ خون ہے، معافی کا بدلہ معافی ہے، میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ میں سے ہو، جس سے تم صلح کرو گے میں صلح کروں گا، جس سے تم جنگ کرو گے میں جنگ کروں گا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے انصار سے فرمایا: خود میں سے بارہ نقیب (نگراں) مقرر کرکے میرے پاس بھیجو، یہ لوگ قوم کی اسی طرح کفالت کریں جیسے حواریوں نے عیسیٰ بن مریم کی کفالت ودیکھ بھال کی۔

اسعد بن زرارہ نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: آپ اپنی قوم کے نقیب ہیں۔ کہا: جی ہاں!

اس طرح آپ ﷺ نے ان میں بارہ نقیب مقرر فرمائے۔(۴۵)

بنو مالک بن نجار کے نقیب ابوامامہ اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار کو مقرر کیا گیا۔

بنوسلمہ کے نقیب براء بن معرور اور عبداللہ بن عمرو بن حرام اور ابو جابر ابن عبداللہ کو مقرر کیا گیا۔

بنوساعدہ کے نقیب منذر بن عمرو بن خنیس اور سعد بن عبادہ بن دُلیم مقرر ہوئے۔

بنوزریق بن عامر کے نقیب رافع بن مالک بن عجلان تھے۔

بنوحارث بن خزرج کے نقیب کے طور پر عبداللہ بن رواحہ بن مالک اور سعد بن ربیع بن عمرو کا تقرر ہوا۔

قوافل کے نقیب عبادہ بن صامت بن قیس بنے۔

بنی عبدالاشہل کے نقیب اسید بن حضیر بن سماک اور ابوہیثم بن تیہان بنے۔

بنوعمرو بن عوف کے نقیب سعد بن خیثمہ بن حارث بنے۔

نقباء اور نگرانوں کا معاملہ طے پانے کے بعد عباس بن عبادہ بن نضلہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ چاہیں تو ہم کل اہل منی پر ہلا بول دیں۔(۴۵) آپ ﷺ نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا: مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا، تم اپنے کجاوؤں میں لوٹ جاؤ۔ یہ ستّر افراد اپنی رہائشی جگہوں میں واپس آ گئے۔ صبح ہوتے ہی قریشی آ دھمکے، کہنے لگے: اے جماعت خزرج! ہمیں تمہارے بارے میں ایک بات معلوم ہوئی ہے، اب تک تصدیق نہیں ہوئی کہ وہ سچ ہے یا جھوٹ۔ ہم تم سے کوئی سروکار رکھنا نہیں چاہتے کیوں کہ تم سے بدتر کوئی قوم نہیں جن سے ہم جنگ وقتال کرنا چاہتے ہوں۔

مدینے کے مشرکین حلفیہ کہنے لگے کہ ہمیں اس بات کا علم ہے نہ ہم سے ایسا کوئی فعل سرزد ہوا ہے۔ اور فی الواقع یہ لوگ صحیح بھی کہہ رہے تھے (کہ انہیں اس معاملے کی کوئی خبر نہ تھی)۔(۴۷)

کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن حرام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: اے ابو جابر! تم ہمارے بڑے اور ہمارے سرداروں میں سے ہو، تم اس قریشی نوجوان (حارث بن ہشام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کے جوتوں کی طرح جوتے کیوں نہیں پہنتے! حارث نے یہ سنا تو اپنے جوتے نکال کر جابر کی طرف پھینکتے ہوئے کہا کہ لو انہیں پہن لو۔ کعب کہتے ہیں کہ جابر نے کہا: بہ خدا! یہ تو میرے پاؤں کی لمبائی کے برابر ہیں، اگر اس نے سچ کہا تو میں اس تمام مال ومتاع چھین لوں گا۔ (یعنی حارث کا جوتے دینا ایک اچھا شگون ہے کہ کل کو ہمیں ان پر فتح ملے گی اور اس کے ان جوتوں کی طرح تمام مال و متاع میرے قبضے میں آئے گا)

انصار مدینے واپس آ گئے اور آپ ﷺ مکے تشریف لے گئے، یہ بیعت ذی الحجہ کے مہینے میں آپ ﷺ کی ہجرت مدینہ سے تین ماہ قبل وقوع پذیر ہوئی۔

قریش کی سازش

قریش کو جب اس معاہدے کی تصدیق ہوئی اور انہوں نے آپ ﷺ کے متبعین کو بھی دیکھ لیا تو دارالندوہ میں اجتماع منعقد کیا، اس میں ہر قبیلے کا ایک معزز فرد شریک ہوا، اس اجتماع کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کے معاملے کی کوئی تدبیر نکالی کی جائے۔ اس اثناء میں ابلیس بھی بوڑھے آدمی کی شکل میں آدھمکا، اسے دیکھ کر کسی نے کہا: تم کون ہو؟ ابلیس نے کہا: میں نجد کا رہنے والا ہوں، تمہارے اس اجلاس کے بارے میں مجھے علم ہوا تو اس میں شرکت کا ارادہ ہوا، بے فکر رہو، مجھ سے تمہیں کوئی اچھی بات ہی ملے گی۔ سب نے کہا: ٹھیک ہے۔ پھر ایک دوسرے سے کہنے لگے: اس آدمی کے معاملے کو کس طرح سلجھایا جا سکتا ہے۔

کچھ لوگوں نے رائے دی: اسے بیڑیوں میں جکڑ دو اور اس وقت تک قید رکھو جب تک اسے موت نہ آدبوچے اور یہ بھی اپنے جیسے شاعروں کی طرح ہلاک ہو جائے، کیوں کہ یہ انہیں جیسا ہے۔

نجدی بوڑھے نے کہا: یہ رائے صحیح نہیں، اس کے قبیلے والے یا تو اسے قید سے نکال لیں گے یا تم پر حملہ کر کے اسے چھڑا کر لے جائیں گے، پھر اسے تمہارے شہر سے نکلنے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ اس کے علاوہ کوئی اور تدبیر سوچو۔

ایک نے کہا: اسے جلاوطن کر دو، جب وہ یہاں نہیں ہوگا تو اس کی طرف سے ایذا رسانی ہوگی نہ شر، تم اپنے معاملات بھی صحیح کر لو گے، اور وہ اپنے معاملے میں آزاد ہوگا۔

نجدی بوڑھے نے کہا: یہ مشورہ بھی صحیح نہیں، کیا تم نے اس کی گفت گو کا حسن، باتوں کی حلاوت، قائل کرنے میں مہارت اور مخاطب کو گرویدہ کرنے کی صلاحیت نہیں دیکھی، اگر تم نے ایسا کیا تو وہ جگہ جگہ جائے گا، اور یہ بھی ممکن ہے تمہارے ہر قبیلے کے پاس جائے، تم میں سے کچھ لوگ اس کے دین کو قبول کر لیں، پھر وہ انہیں متحد کر کے تم پر حملہ کرے اور تمہارے ہاتھوں سے حکومت چھین لے، تب وہ تمہیں جلاوطن کرے گا، تمہارے معززین کو موت کے گھاٹ اتارے گا۔ اس کے علاوہ کسی اور تجویز دو۔

ابوجہل کہنے لگا: بہ خدا! میں ایسی تجویز دوں گا، میرے خیال میں وہ تم میں سے کسی کے ذہن میں نہیں آئی ہوگی، کہنے لگے: وہ کیا ہے؟ ابوجہل نے کہا: ہر قبیلے سے ایک نوجوان لے کر اسے تیز دھار تلوار

دیتے ہیں، تاکہ یہ سب مل کر ایک وار میں اسے ہلاک کردیں، اگر ایسا کیا گیا تو اس کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہوجائے گا، میرا خیال نہیں کہ بنو ہاشم قریش کے تمام قبائل سے جنگ مول لینے کی ہمت کریں گے، اگر انہوں نے ایسا کوئی ارادہ کیا بھی تو ان کے پاس خون بہا قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا، یوں ہم اس سے جان چھڑالیں گے، پھر تم اپنے معاملات کو سدھار لینا، اس طرح تمہاری مملکت سابقہ طور پر تمہارے آباؤ اجداد کے دین پر استوار ہوجائے گی۔

نجدی بوڑھے نے کہا: اس نوجوان کی تجویز سب سے بہتر ہے، اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں۔ اس پر تجویز پر اتفاق کرکے یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ (۴۸)

آپ ﷺ جس بستر پر استراحت فرماتے تھے، جبریل نے آکر آپ کو اس پر آرام فرمانے سے منع کیا، لوگوں کی سازش سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے علی کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا، حضرت علی حضرموت کی بنی سرخ چادر تان کر آپ ﷺ کے بستر پر لیٹ گئے، قریش کے نوجوان آپ کے گھر کے دروازے پر گھات لگا کر آپ کا انتظار کرنے لگے۔

آپ ﷺ اس حال میں نکلے کہ آپ کے دست مبارک میں مٹھی بھر مٹی تھی جسے آپ نے ان کے چہروں پر پھینک دیا، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھیں آپ ﷺ سے پھیر دیں، گھات لگائے انہوں نے رات بتادی اور آپ ﷺ ہجرت کی ارادے سے روانہ ہوگئے۔ گھر سے کسی نے نکل کر ان سے پوچھا: یہاں کیوں کھڑے ہو؟ کہنے لگے: محمد کا انتظار کررہے ہیں، کہا: وہ تو روانہ ہوگئے۔ یہ سن کر سب مایوسی کے عالم میں سروں سے خاک جھاڑتے ہوئے واپس لوٹ گئے۔ (۴۹)

ابوبکر صدیق فرماتے ہیں: انا للہ وانا الیہ راجعون! انہوں نے اپنے نبی کو بے گھر کیا، یہ یقیناً ہلاکت ان کا مقدر بنے گی۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُۨ ۝ (۵۰)

ان لوگوں کو جنگ کی اجازت دے دی گئی جن سے کافر قتال کرتے ہیں کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا اور بیشک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قتال کا حکم فرمایا، جہاد فرض کیا، فرضیت جہاد کی یہ پہلی آیت ہے۔ اللہ جل جلالہ نے آپ ﷺ کو یثرب کی جانب ہجرت کا حکم فرمایا۔

آپ ﷺ کی ہجرت

محمد بن حسن بن قتیبہ لخمی، ابن ابی سری، عبدالرزاق، معمر نے زہری سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھے تمہارا دار ہجرت دکھلایا گیا ہے، کھجوروں کے درختوں والی ایک بنجر زمین جو دو پہاڑوں کے درمیان ہے، یہ دونوں پتھریلی سیاہ پہاڑ ہیں۔ اس فرمان کے بعد بہتوں نے مدینہ کی جانب ہجرت کی، حبشہ کی طرف جانے والے مسلمان بھی مدینہ رجوع کرنے لگے، ابوبکر بھی ہجرت کی تیاری کرنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ذرا ٹھہرو، امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے۔ ابوبکر نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا! کیا آپ کو بھی امید ہے؟ فرمایا: ہاں!

آپ ﷺ کی رفاقت کی خاطر ابوبکر نے خود کو ہجرت کرنے سے روکے رکھا، چار ماہ تک وہ اپنی دونوں سواریوں کو بیری کے پتے چارے کے طور پر کھلاتے رہے۔

عائشہؓ فرماتی ہیں: ایک دوپہر ہم اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ ایک کہنے والے نے میرے والد سے کہا: یہ دیکھو! حضور چہرۂ مبارک لپیٹے تشریف لا رہے ہیں، یہ آمد ایسے وقت تھی جس میں آپ عموماً ہمارے پاس تشریف نہیں لاتے تھے، ندا سن کر ابوبکر نے کہا: میرے ماں باپ ان پر قربان! کسی بہت ہی اہم وجہ سے آپ تشریف لا رہے ہیں، فرماتی ہیں: آپ ﷺ تشریف لائے، اجازت طلب کی، اجازت ملتے ہی آپ گھر میں داخل ہوئے، آپ ﷺ نے ابوبکر سے کہا: تمہارے ساتھ جو کوئی بھی ہے اسے نکال دو، ابوبکر نے کہا: یہ آپ ہی کے اہل وعیال ہیں اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ ﷺ نے فرمایا: بالآخر مجھے ہجرت کی اجازت دے دی گئی ہے، ابوبکر نے درخواست کی: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بھی رفاقت کا شرف عطا ہو! آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے، ابوبکر نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میری ان دو سواریوں میں سے ایک لے لیں، آپ ﷺ نے فرمایا: قیمت کے ساتھ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ہم نے خوب اچھی طرح انہیں تیار کیا، آپ دونوں کے لیے ایک تھیلے میں زادِ راہ رکھا، اسماء بنت ابی بکر نے اپنے ازار بند کے دو ٹکڑے کیے اور ان سے تھیلے کا منہ بند کیا، اسی لیے انہیں ذات النطاق (ازار بند والی) کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ اور ابوبکر ایک پہاڑ جسے ثور کہا جاتا ہے، کے غار میں پناہ گزین ہوئے اور وہاں تین راتیں قیام فرمایا۔

ابو حاتم کہتے ہیں: جب اللہ جل شانہ نے اپنے رسول ﷺ کو ہجرت کا حکم مرحمت فرمایا تو آپ

نے بنی دیل جو بنی عدی سے ہیں، سے ایک راستہ بتانے کا ماہر آدمی کرایے پر حاصل کیا، یہ شخص کفار قریش کے دین پر اور آل عاص بن وائل سہمی کا حلیف تھا، عہد و پیان لینے کے بعد سواریاں اس کے حوالے کی گئیں کہ تین دن کے بعد وہ غار ثور میں آپ ﷺ سے آ ملے۔

آپ ﷺ اور ابوبکر جبل ثور کے غار میں پوشیدہ ہو گئے، مشرکین آپ کو تلاش کرتے ہوئے اس پہاڑ پر آئے، اوپر سے غار میں جھانکا تو ابوبکر کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! اگر کسی نے اپنے قدموں کی جانب دیکھا تو ہمیں دیکھ لے گا، آپ ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے ابوبکر! ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن میں تیسرا اللہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو آپ ﷺ کی طرف سے پھیر دیا۔ تلاش بسیار کے بعد بالآخر مایوس ہو کر لوٹ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر غار میں تین راتیں رہے، عبداللہ بن ابی بکر صدیق رات بسر کرنے کے لیے یہاں آتے تھے، یہ ایک ہوش یار اور مہذب نوجوان تھے، یہاں سے وہ سحری کے وقت نکل جاتے، صبح کے وقت مکہ میں یوں موجود ہوتے جیسے رات وہیں بسر کی ہو، اگر کسی سازش کی سن گن ملتی تو اسے ذہن نشین کرنے کے بعد آپ ﷺ کو اس وقت پہنچاتے جب اندھیرا خوب پھیل جاتا۔

ابوبکر کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ بھیڑ بکریاں لے کر رات گئے جب عشا کے بعد کچھ وقت بیت جاتا، جبل ثور آتے، آپ ﷺ اور ابوبکر بکریوں کا دودھ پی کر رات بسر کرتے۔ تینوں راتوں میں عامر بن فہیرہ یہی عمل دہراتے رہے۔

آپ ﷺ تین راتوں کے بعد ابوبکر، عامر بن فہیرہ اور راہ دکھلانے والے کے ساتھ نکلے، رہبر انہیں ساحل کے راستے لے کر چلا، رات کے اندھیرے کی چادر تانے یہ حضرات ظہر کے وقت تک محوسفر رہے، زوال کا وقت ہوا تو ابوبکر نے سائے کی تلاش میں نظریں ادھر ادھر دوڑائیں کہ تھوڑا سا ستالیں، ایک چٹان پر نظر پڑی تو اسی طرف چل پڑے، اس کا تھوڑا سا سایہ تھا، ابوبکر نے زمین ہموار کر کے آپ ﷺ کے لیے بستر بچھایا اور آپ ﷺ کو لیٹ جانے کا کہا، آپ لیٹ گئے۔ ابوبکر نگرانی کی غرض سے باہر نکلے، آس پاس دیکھنے لگے کہ کوئی تعاقب تو نہیں کر رہا، اچانک دیکھا ایک چرواہا بھیڑ بکریوں کو ہنکا کر چٹان کی طرف سایے کی تلاش میں آ رہا ہے، ابوبکر نے پوچھا: اے لڑکے! تم کس کے بیٹے ہو؟ کہا: فلاں کا، قریش کے ایک شخص کا نام لیا جسے ابوبکر پہچان گئے۔ ابوبکر نے کہا: کیا تمہاری بھیڑ بکریوں میں دودھ ہے؟ کہا: جی ہاں! ابوبکر نے کہا: کیا ہمارے لیے دوھو گے؟ کہا: جی ہاں! ابوبکر نے اسے دودھ دوہنے کا حکم دیا، ایک بکری پکڑی تو ابوبکر نے اسے گرد وغبار جھاڑنے کو کہا، اس نے تھن سے گرد وغبار جھاڑ کر دودھ

دوہ دیا۔ ابوبکر کے پاس آپ ﷺ کا پیالہ تھا، جس کے منہ پر کپڑے کا ٹکڑا بندھا ہوا تھا، تھوڑا سا دودھ ڈال کر اس پیالے کی تہہ کو ٹھنڈا کیا، بعد ازاں پیالہ دودھ سے بھر دیا۔ دودھ لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے، آپ نیند سے بیدار ہو چکے تھے، ابوبکر نے آپ کو دودھ نوش فرمانے کا کہا، یہ دودھ آپ ﷺ نے بھی نوش فرمایا اور ابوبکر نے بھی پیا۔ ابوبکر نے تشویش کے ساتھ کہا: اے اللہ کے رسول! ایک آدمی ہمیں دیکھ چکا ہے! آپ نے فرمایا: غم نہ کرو۔ یہ تسلی ان حالات میں دی کہ قریش کے لوگ آپ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔

سراقہ بن مالک بن جعشم سے مروی ہے کہ کفار قریش کے قاصد ہمارے پاس آئے، اعلان کیا کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کو قتل یا قید کرے، گا ہر ایک بدلے میں خون بہا میں جتنے اونٹ دیے جاتے ہیں، اس قدر انعام دیا جائے گا۔ سراقہ کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم بنی مدلج کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آ کر کہنے لگا: اے سراقہ! میں نے ساحل پر سیاہ متحرک سائے دیکھے ہیں، میرے خیال میں وہ محمد اور ان کے ساتھی ہیں۔ سراقہ کہتے ہیں کہ میں نے جان لیا کہ وہ وہی ہیں، تاہم میں نے اس سے کہا: وہ محمد نہیں ہیں، تم نے فلاں فلاں کو دیکھا ہے جو ہمارے سامنے روانہ ہوئے ہیں۔ میں مجلس میں تھوڑی دیر مزید رک کر گھر آیا، کنیز کو حکم دیا کہ میرے گھوڑے کو فلاں ٹیلے کی اوٹ میں باندھ دے، میں اپنا نیزہ لے کر مکان کی پشت کی جانب سے نکلا اور نیزے کے بالائی حصے کی نوک زمین سے لگا کر گھسیٹتے ہوئے گھوڑے کا پاس پہنچا، اس پر سوار ہوا اور اس کو سرپٹ دوڑانے لگا، تاکہ جلد سے جلد ان کے قریب پہنچ جاؤں، جب میں ان کے قریب پہنچا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں اس سے نیچے گر پڑا۔ پھر میں کھڑا ہوا اور اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھا کر اس میں سے فال لینے کے لیے تیر نکالے تاکہ یہ معلوم کروں کہ میں ان کو نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں۔ فال لینے پر وہی تیر نکلا جو مجھے پسند نہیں تھا۔ فال کی پرواہ کیے بغیر گھوڑے پر سوار ہو کر اس کو تیز دوڑانے لگا۔ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنا قریب پہنچ گیا کہ میں نے آپ کی قرأت صاف سن لی، اس وقت آپ کی توجہ میری طرف بالکل نہیں تھی، مگر حضرت ابوبکر میری طرف متوجہ تھے، اچانک میرے گھوڑے کے دونوں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے، اور میں نیچے گر پڑا، میں نے گھوڑے کو ڈپٹا اور میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا مگر گھوڑا پاؤں باہر نہ نکال سکا، گھوڑے نے قدم باہر نکالنے کی کوشش کی جس سے غبار دھوئیں کی مانند آٹھ کر آسمان کی طرف بلند ہوا، میں نے پھر تیروں سے فال نکالی مگر وہی پہلے والا نتیجہ برآمد ہوا۔ یہ صورت حال دیکھ کر میں نے امان کے لیے پکارا تو آپ ﷺ رک گئے۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ان کے قریب پہنچا تو میرے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو گیا کہ جب مجھے صرف ان تک

پہنچنے میں یہ مصیبت پیش آئی تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ نصرت الٰہی ان کے ہم رکاب ہے اور وہ اپنے مقصد میں ضرور غالب آ کر رہیں گے۔ میں نے عرض کی کہ آپ کی قوم نے آپ کے لیے ایک خون بہا کی مقدار اونٹ انعام مقرر کیے ہیں، میں نے انہیں سب سازشوں کے بارے میں بتادیا۔ میں نے آپ کو کچھ زادراہ اور سامان کی بھی پیش کش کی، مگر آپ نے مجھے کوئی تکلیف نہیں دی اور نہ مجھ سے کوئی چیز لی، صرف اتنا فرمایا کہ ہماری خبر ظاہر نہ کرنا۔ میں نے کہا کہ مجھے کوئی امن کی تحریر لکھ دیجیے۔ آپ نے ابوبکر کو لکھنے کا حکم دیا انہوں نے چمڑے کے ٹکڑے پر امان نامہ لکھ دیا۔ سراقہ نے کہا: بہ خدا! میں اپنے پیچھے آنے والوں کو اندھا کر دوں گا، یہ میرا ترکش ہے اس سے تیر لے لیجیے، آپ فلاں جگہ پر میرے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے چراگاہ کے پاس سے گذریں گے، اپنی ضرورت کے جانور آپ ان سے حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمیں تمہارے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ کہہ کر آپ اپنے ساتھیوں کی طرف چلے گئے۔ راستے میں زبیر بن عوام سے ملاقات ہوئی، یہ شام سے مسلمانوں کا ایک تجارتی قافلہ لے کر آ رہے تھے، زبیر نے آپ ﷺ اور ابوبکر کو سفید پوشاک پہنائی۔

راہ چلتے ہوئے یہ حضرات ام معبد خزاعیہ کے دو خیموں کی جانب چل دیے۔ (۵۱) ام معبد ایک غیر پردہ دار (یعنی عمر رسیدہ خاتون جو نوجوان خواتین کی طرح پردہ نہیں کرتیں) اور طاقت ور خاتون تھیں۔ خیمے کے صحن میں بیٹھتیں اور مسافروں کی پانی اور کھانے سے تواضع کرتیں، مسافران سے کھجور کے بدلے دیگر اشیا خورد ونوش خرید لیتے۔ لیکن آپ ﷺ اور آپ کے رفقا نے ان کے ہاں کچھ اس لیے نہ پایا کہ اس وقت یہاں قحط سالی تھی، آپ ﷺ نے خیمے کے گوشے میں ایک دبلی پتلی بکری کھڑی دیکھی، آپ نے پوچھا: اس میں دودھ ہے؟ ام معبد نے کہا: یہ بہت ناتواں ہے، اسی لیے دیگر بکریوں سے پیچھے رہ گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اجازت ہو تو میں اسے دوہ لوں؟ ام معبد نے کہا: اگر آپ کو دودھ معلوم ہوتا ہے تو ضرور دوہ لیجیے، آپ ﷺ نے بکری طلب کی، دست مبارک بکری کے تھن پر پھیرا، بسم اللہ پڑھ کر دعا فرمائی: اے اللہ! ام معبد کی اس بکری میں برکت عطا فرما۔ اس کے ساتھ ہی بکری نے دنوں ٹانگیں دراز کیں، تھن دودھ سے بھر گئے، آپ ﷺ نے ام معبد سے ایسا برتن طلب فرمایا جو تقریباً دس افراد کو سیر کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے، اتنا دودھ دوہا کہ دودھ پر جھاگ بن گئی، ام معبد کو یہ دودھ پلایا یہاں تک وہ سیر ہو گئیں، اپنے رفقا کو پلایا وہ سب بھی خوب سیر ہو گئے، آپ ﷺ نے خود آخر میں نوش فرمایا، اور کہا: ساقی آخر میں پیتا ہے۔ سب باری باری پی کر سیر ہو گئے۔ اسی برتن میں آپ نے دوسری مرتبہ پہلے کی طرح دودھ دوہا۔ یہ دودھ ام معبد کے لیے چھوڑ دیا گیا اور آپ ﷺ آگے روانہ ہو گئے۔

تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ ان کا شوہر ابو معبد بکریوں کے بچوں کو چرا کر واپس آیا، یہ بکریاں خالی پیٹ کم زوری کے باعث ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ہوئے آرہی تھیں۔ دودھ دیکھ کر حیران ہوا، تعجب سے پوچھا: بکریاں تو چرنے گئیں تھیں اور گھر میں کوئی دودھ والی بکری نہ تھی پھر یہ دودھ کہاں سے آیا؟ ام معبد نے کہا: ایک بابرکت شخص یہاں آیا تھا یہ اسی کی برکت ہے، اس نے یہ یہ کہا۔ ابو معبد نے کہا: خدا کی قسم یہ وہی شخص معلوم ہوتا ہے جس کی تلاش وجستجو میں قریش سرگرداں ہیں۔ مزید کہا کہ ام معبد! ان کا حلیہ بیان کرو، ام معبد نے بیان کرنا شروع کیا: وہ خوب صورت وروشن چہرے اور متناسب ساخت والے تھے، نہ پیٹ نکلا ہوا نہ سر چھوٹا، خوب صورت وحسین آنکھیں، کشادہ وسیاہ لمبے ابرو، آواز میں لطافت، گردن لمبی، آنکھوں کی پتلیاں بالکل کالی اور ڈھیلے نہایت سفید تھے، آنکھیں سرمگیں تھیں، بھویں لمبی اور باریک مگر ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں، بال بالکل سیاہ، داڑھی گھنی، خاموش رہیں تو پروقار نظر آئیں، گفت گو کریں تو دل موہ لیں، دور سے دیکھنے پر لوگوں میں سب سے زیادہ حسین وخوش نما نظر آئیں اور قریب سے ملاقات ہو تو سب سے زیادہ دل نشین محسوس ہوں، گفت گو شیریں اور واضح نہ کم سخن نہ بسیار گو، ان کی گفت گو پروئے ہوئے موتیوں کی مانند مربوط معلوم ہوتی۔ میانہ قد جو آنکھوں کو نہ تو چھوٹے پن کی وجہ سے برا معلوم ہو نہ لمبے ہونے کی وجہ سے بدنما لگے (گویا کہ) دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ ہے جو خوش کن منظر پیش کرتی ہے اور مرتبے کے لحاظ سے ان میں سب سے اعلیٰ ہے۔ ان کے ساتھی ان کے گرد دائرہ باندھے ہوئے، جب وہ کچھ کہیں تو سب سراپا گوش بن جائیں اور اگر حکم دیں تو تعمیل میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں، سب کا مخدوم اور سب کا مرجع، نہ ترش رو نہ ہی تند خو۔ ابو معبد نے کہا: اللہ کی قسم! یہ وہی قریشی ہیں جس کا ذکر میرے سامنے آیا ہے، اگر تم اجازت دو تو میں ان کی رفاقت حاصل کرنے کی کوشش کروں؟ اگر مجھے موقع ملا تو میں ایسا ضرور کروں گا۔

مکے میں ایک اونچی آواز بلند ہوئی، جس کا منبع معلوم نہ تھا، وہ آواز یہ شعر پڑھ رہی تھی:

جزى الله رب الناس خير جزائه ـ

رفيقين حلا خيمتى أم معبد

هما نزلا بالبر وارتحلا به

فأفلح من أمسى رفيق محمد

فيال قصي ما زوى الله عنكم

به من فعال لا تجازى و سؤدد

سلوا أختكم عن شاتها وانائها

فانكم ان تسألوا الشاة تشهد

دعاها بشاة حائل فتحلَّبت

له بصريح ضرة الشاة مزبد

فغادره رهناً لديها لحالب

يرددها في مصدر ثم مورد

اللہ تعالیٰ جو تمام انسانوں کے رب ہیں، اپنی بہترین جزا دے۔ ان دو رفیقوں کو جو ام معبد کے خیمے میں وارد ہوئے

نیکی کے ساتھ نزول فرمایا اور اسی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ کام یاب و کام ران ہوا وہ شخص جو محمد کا رفیق بنا

ہائے بدبختی (آل) قصی کے لیے کہ ان سے اللہ نے بے بدل افعال اور نام وری لپیٹ دی۔

اپنی بہن سے پوچھو بکری اور برتن کے بارے میں۔ اگر تم بکری سے بھی پوچھو گے تو وہ بھی گواہی دے گی۔

اس کی ایسی بکری کے لیے دعا فرمائی جو دودھ نہ دیتی تھی، پس وہ اتنی سیراب ہوئی کہ اس کے تھن، دودھ سے مکھن اڑاتے ہونے لگے۔

اس بکری کو بہ طور رہن اسی کے پاس چھوڑ دیا دوہنے والے کے لیے۔ تاکہ بار بار اس کے تھنوں سے اسی طرح دودھ دوہا جاتا رہے۔

حسان بن ثابت نے ان اشعار کا جواب دیتے ہوئے کہا:

لقد خاب قوم زال عنهم نبيهم

وقد سر من يسرى اليه ويغتدى

ترحل عن قوم فضلت عقولهم

وحل على قوم بنور مجدد

وهل يستوى ضلال قوم تسكعوا

عمى وهداة يهتدون بمهتدى

نبى يرى مالا يرى الناس حوله

ویتلو کتاب اللہ فی کل مشھد
وان قال فی یوم مقالة غائب
فتصدیقھا فی صحوۃ الیوم أو غد
لیھنیٔ أبا بکر سعادۃ جدہ
بصحبته من یسعد اللہ یسعد
لیھنیٔ بنی کعب مقام فتاتھم
ومقعدھا للمؤمنین بمرصد

وہ قوم نامراد ہوئی جس کا نبی اسے چھوڑ گیا وہ خوش ہوا جس کی طرف وہ چلے اور پہنچ گئے۔
ایک قوم سے نبی نکلا ان کے ذہن گم راہ ہوگئے، اور جس قوم میں نزول فرمایا انہیں ایک نیا نور حاصل ہوا۔
اور کیا برابر ہے گم راہی ایسی قوم کی جو اندھے پن کی وجہ سے گم راہی میں اتر رہی ہے۔
ان ہادیوں کے جو ہدایت یافتہ سے ہدایت پا رہے ہیں! ایک ایسا نبی جو وہ امور دیکھتا ہے جو اس کے آس پاس کے افراد نہیں دیکھ سکتے۔
اور ہر صورت حال میں اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے وہ اگر کوئی غیب کی بات کرے تو۔
اسی صبح یا اگلے روز اس کی تصدیق آجاتی ہے۔
چاہیے کہ ابو بکر خوش ہو اپنے دادا ایسی خوشی پا کر۔ آپ ﷺ کی رفاقت میں، جسے اللہ خوش قسمت بنائے وہی خوش قسمت بنتا ہے۔ بنی کعب کو اپنی قیام گاہوں پر فخر کرنا چاہیے کہ یہ ایمان داروں کے ٹھہرنے کی جگہ بنی ہے۔

یہ اشعار سن کر مسلمان تیزی کے ساتھ آپ ﷺ کی زیارت کرنے کے لیے فوج در فوج نکلے اور ام معبد کے خیمے کے گرد جمع ہوگئے۔

مدینے کے مسلمانوں نے آپ ﷺ کے مکے سے ہجرت کرنے کے بارے میں سنا تو ہر صبح سیاہ پتھریلی زمین پر آکر آپ ﷺ کا انتظار کرتے تا آں کہ دوپہر کی گرمی کی شدت انہیں واپس جانے پر مجبور نہ کر دیتی۔

مہاجرین میں سب پہلے آپ ﷺ کو پانے والے عبد الدار بن قصی کے حلیف مصعب بن عمیر تھے، انہیں دیکھ کر لوگوں نے بے تابانہ پوچھا: آپ ﷺ کہاں ہیں؟ کہا: وہ اور ان کے صحابہ میرے پیچھے

آ رہے ہیں۔

ان کے بعد بنی فہر کے حلیف نابینا عمرو بن ام مکتوم آئے، لوگوں نے پوچھا: تمہارے پیچھے آنے والے رسول اللہ اور ان کے صحابہ کہاں ہیں؟ کہا: وہ بس ابھی آہی رہے ہیں۔

ان کے بعد عمار بن یاسر، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود اور بلال آئے۔ بعد ازاں عمر بن خطاب نے بیس سواروں کے ساتھ استقبال کیا۔

سفر کی منزلیں

آپ ﷺ جب غار سے نکلے تو راستہ بتانے پر مامور شخص آپ کو لے کر مکے کے جنوبی علاقے سے روانہ ہوا، وہ ساحل کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اور عسفان کے نشیب سے ہوتے ہوئے امج کے نیچے سے نکلے، پھر قدید کے آگے سے گزرے، وہاں سے وادیٔ خرار سے ہوتے ہوئے ثنیۃ المرۃ آئے، ثنیۃ المرۃ پار کر کے عقبی راہ لی، مدلجہ لقف سے گذرتے ہوئے مدلجہ حجاج کے درمیانی راستے پر چلتے ہوئے ذی عضوین سے مرجح نامی رستے پر آئے، وہاں سے ذی کشد اور وہاں سے جدا جدا اور اجرد سے ہوتے ہوئے تعہن کے چشمے پر آئے، پھر عبابید سے ہوتے ہوئے فاجہ آئے وہاں سے عرج اور عرج سے ہو کر ثنیۃ العائر پہنچے، پھر رکوبہ کی دائیں جانب سے گزرتے ہوئے یہ قافلہ وادی ریم آیا اور پھر مدینے کی ایک سیاہ پتھریلی زمین پہنچ گیا۔ یہ آمد بہ روز پیر ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ اہل مدینہ نے ایک دیہاتی شخص کو مقرر کیا کہ آپ ﷺ کو دیکھ کر آمد کی اطلاع دے، اس نے انصار کو آ کر اطلاع دی۔ ایک یہودی بھی اپنے ٹیلے پر کسی ذاتی غرض سے چڑھا تو اس نے آپ ﷺ کو سفید لباس میں دیکھا، بے اختیار پکارا: اے عرب! تم جس کا انتظار کر رہے تھے وہ آ گیا، یہ آواز سنتے ہی لوگ والہانہ آپ ﷺ کے استقبال کے لیے دوڑ پڑے، آپ کو حرہ کے وسط میں پالیا، یہ پانچ سو انصار تھے، یہ حضرات ملے، خواتین شوق دیدار میں چھتوں پر چڑھی ہوئی تھیں، بچے بچیاں یہ اشعار گنگنا رہی تھیں:

کوہ وداع کی گھاٹیوں سے
چودھویں کا چاند ہم پر طلوع ہوا ہے
اور ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے
جب تک کوئی اللہ کو پکارنے والا باقی ہے

آپ ﷺ کی آمد کی خوشی میں حبشی نیزوں سے کھیلنے لگے۔

آپ ﷺ کی مدینے آمد

ابو خلیفہ، عبداللہ بن رجاء، اسرائیل نے ابو اسحاق سے روایت کیا ہے کہ میں نے براء کو کہتے سنا: ابو بکر نے عازب سے ایک سواری کا جانور ۳۱ درہم میں خرید کر عازب بن براء سے کہا کہ اسے میرے گھر پہنچا دو، عازب نے کہا: نہیں، اس وقت تک نہیں پہنچاؤں گا، جب تک آپ یہ نہ بتا دیں کہ آپ کے اور اللہ کے رسول کے مکے سے ہجرت کے واقعے کے وقت مشرکین آپ لوگوں کی تلاش میں سرگرداں تھے، آپ حضرت کی کیا کیفیت تھی؟

ابو بکر نے کہنا شروع کیا کہ ہم مکے سے روانہ ہوئے۔ تمام سفر کی روداد بتائی (جیسا کہ سابق میں گذرا)، پھر کہا: یہاں تک کہ ہم مدینے آ گئے، انصار میں اختلاف ہونے لگا کہ کس کے ہاں آپ ﷺ قیام فرمائیں گے، اختلاف ختم کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج رات میں بنی نجار اور عبدالمطلب کے ننھیال میں بسر کر کے ان کا اکرام کرنا چاہتا ہوں۔ ہماری مدینے آمد کا سن کر لوگ راستوں اور گھروں کی چھتوں پر چڑھے ہوئے تھے، بچے اور خدام پکارتے تھے: محمد آ گئے، اللہ کے رسول آ گئے۔ صبح ہوئی تو آپ ﷺ چلے اور وہاں قیام فرمایا، جہاں کا حکم دیا گیا تھا۔

ابو حاتم کہتے ہیں: رات ہوئی تو آپ ﷺ اپنے رفقا کے ہمراہ بنی نجار، عبدالمطلب کے اخوال کی جانب چل دیے، بنی نجار سے یہ رشتہ اس لیے تھا کہ عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو بنی عدی بن نجار سے تھیں۔

صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے حمزہ بن عبدالمطلب، علی بن ابی طالب، ابو مرثد اور ان کے بیٹے مرثد، ابو کبشہ اور زید بن حارثہ کو عمرو بن عوف کے حلیف کلثوم بن ہدم عمری کے ہاں ٹھہرایا۔

ابو بکر صدیق، طلحہ بن عبیداللہ اور صہیب بن سنان خبیب بن اساف کے ہاں ٹھہرے۔

خطاب کے دونوں بیٹے عمر اور زید، سراقہ کے دونوں بیٹے عمر اور عبداللہ، عبداللہ بن حذافہ، واقد بن عبداللہ، خولی بن ابی خولی، عیاش بن ربیعہ، خالد، عاقل اور ایاس بن بکیر نے رفاعہ بن عبدالمنذر کے ہاں قیام کیا۔

بنو حرب کے بیٹے عبیدہ، طفیل، حصین، مسطح بن اثاثہ، ابو سعد کے آزاد کردہ غلام، سویبط کلیب بن عمیر اور خباب بن ارت، عبداللہ بن سلعہ عجلانی کے ہاں ٹھہرے۔

زینب بنت جحش، جدامہ بنت جندل، ام حبیبہ بنت جندل، ام قیس بنت محصن، ام حبیبہ بنت نباتہ،

امیہ بنت رقیش، ام حبیبہ بنت جحش، اورام سخبرہ بنت نعیم، سعد بن خیثمہ کے ہاں ٹھہریں۔

عام مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رات کے کھانے کا بندوبست کیا۔ قبا میں بنی عوف کے ہاں آپ ﷺ نے پیر، منگل، بدھ اور جمعرات کو قیام فرمایا۔ اسی اثنا میں مسجد قبا کی تاسیس عمل میں آئی۔ ان ایام میں اسی مسجد میں نماز ادا فرمانے کا اہتمام فرمایا۔ جمعہ کے روز آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر مدینے کی طرف روانہ ہوئے، لوگ بھی جمع ہوتے رہے، بنی سالم بن عوف کے ہاں نماز جمعہ کا وقت ہو گیا تو آپ ﷺ نے یہیں جمعہ ادا فرمایا۔ مدینے میں آپ کی امامت میں ادا کی جانے والی یہ پہلی نماز جمعہ تھی۔

نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ انصار کے گھروں کے پاس سے گذرنے لگے تو ہر ایک آپ کو اپنے گھر میں قیام فرمانے کی دعوت دیتا اور اپنی وفاداری کا یقین دلاتا، آپ ﷺ انہیں جزاک اللہ خیراً کہہ کر آگے بڑھ جاتے، چلتے چلتے بنی سالم کے ہاں پہنچے تو عتبان بن مالک اپنے لوگوں کے ساتھ آکر کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے ہاں قیام فرمایئے، ہم تعداد، جنگی تیاری اور حفاظت کرنے میں یکتا ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔

بنی ساعدہ کے ہاں سے اونٹنی گذرنے لگی تو سعد بن عبادہ، ابودجانہ اور منذر بن عمرو اور داود نے سامنے آکر قیام کی درخواست کی، آپ ﷺ نے حسب سابق جواب دیا: اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔

پھر بنی عدی بن نجار کے ہاں سے گذرے تو ابوسلیط بن خارجہ نے کہا کہ ہمارے پاس قیام فرمایئے، ہم آپ کے ننھیالی رشتے دار ہیں، آپ ﷺ نے جواب دیا: اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔

آگے چلتے ہوئے اونٹنی کھجوروں کے خشک کرنے کی جگہ ٹھہری، یہ جگہ دو یتیم بچوں کی تھی، جو بنی نجار سے تھے اور اسعد بن زرارہ ان کی پرورش کے ذمے دار تھے، رافع بن ابی عمرو کے ان بچوں کا نام سہل اور سہیل تھا۔ مسلمانوں نے یہاں مسجد تعمیر کر کے نمازوں کی ادائیگی شروع کر دی تھی، اور اسی جگہ آج مسجد نبوی قائم ہے۔ اس مسجد میں پہنچ کر اونٹنی بیٹھ گئی، آپ ﷺ اونٹنی سے اترے اور فرمایا کہ یہی ان شاء اللہ جائے قیام ہے۔

ابوایوب انصاری خالد بن زید بن کلیب آئے اور کجاوے کو تھاما، اسعد بن زرارہ نے لگام تھام لی۔ آپ ﷺ نے اس جگہ، یعنی کھجور خشک کرنے کی جگہ کے بارے میں دریافت فرمایا کہ یہ کس کی ہے؟ تو

معاذ بن عفرا نے کہا: یہ جگہ دو یتیم بچوں کی ہے اور میں انہیں قیمت دے کر راضی کر دوں گا۔ آپ ﷺ نے دونوں کو طلب فرمایا اور اس جگہ کے بارے میں بھاؤ تاؤ فرمانے لگے، تا کہ اسے مسجد کے لیے خرید سکیں، دونوں بچوں نے بہ یک زبان کہا کہ ہم یہ جگہ آپ کو ہبہ کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ہبہ و ہدیہ قبول کرنے سے انکار فرماتے ہوئے یہ جگہ خرید لی۔ آپ ﷺ جب مسجد سے تشریف لے جانے لگے تو لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آدمی اپنی سواری ٹھہرنے کی جگہ ہی قیام کرتا ہے۔ چناں چہ آپ ﷺ نے ابو ایوب انصاری کے ہاں قیام فرمایا، ان کا گھر بنی غنم بن نجار کے محلے میں تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ اور مسلمان مسجد کی تعمیر میں مصروف ہو گئے، صحابہ کرام کے ساتھ آپ بھی اینٹیں ڈھوتے تھے۔

یہ بوجھ خیبر کے بوجھ سے بہترین ہیں۔ یہ ہمارے رب کو زیادہ پسند اور زیادہ پاکیزہ ہیں۔

اے اللہ! بھلائی آخرت ہی کی بھلائی ہے۔ پس آپ انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما دیجیے۔

عمار بن یاسر گھنگریالے بالوں والے اور پستہ قد تھے، اینٹیں ڈھوتے ہوئے آپ کا سینہ دھول سے اَٹ گیا، یہ کیفیت دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: اے سمیہ کے بیٹے! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ (۵۲)

تعمیر مسجد میں حصہ ڈالنے کے لیے طلق بن علی بھی آئے تھے، آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ گارا اس یمامی کے قریب کرو، کیوں کہ یہ تم سب سے اچھا کاری گر ہے۔

مسجد کی تعمیر کے دوران اسعد بن زرارہ کو ایک تیز چیخ نے آلیا اور آپ وفات پا گئے، جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ مسلمانوں میں یہ پہلے شخص ہیں، جو جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

مسجد کی تعمیر سے فراغت اور وہاں آپ کے گھر کی تعمیر سے پہلے تک آپ ابو ایوب کے ہاں قیام پذیر رہے۔ تعمیر مکمل ہونے کے بعد آپ اپنے گھر منتقل ہو گئے۔

آپ ﷺ نے زید بن حارثہ اور ابو رافع کو مکے بھیجا کہ آپ کی زوجہ سودہ بنت زمعہ اور بیٹیوں کو لے کر آئیں۔

ابو بکر صدیق نے عبد اللہ بن اریقط کو عبد اللہ بن ابی بکر کے پاس بھیجا کہ وہ ان کے اہل و عیال کو لے کر آئیں۔ ابن اریقط کے پیغام پہنچاتے ہی عبد اللہ بن ابی بکر عائشہ، عبد الرحمٰن اور ام رومان، جو حضرت عائشہ کی والدہ تھیں، کو لے کر مدینے روانہ ہو گئے۔

آپ ﷺ کی مدینے آمد سے ایک ماہ قبل براء بن معرور وفات پا گئے۔ انہوں نے وصیت کی کہ مرنے کے بعد میرا رخ کعبے کی طرف کرنا۔ پس ماندگان نے ان کی وصیت پر عمل کیا۔ مدینے آمد کے بعد

آپ ﷺ نے ان کی قبر پر نماز جنازہ ادا کی۔(۵۳)

اسی اثنا میں مسلمہ بن مخلد کی پیدائش ہوئی۔ بنو واقف، بنو امیہ اور بنو وائل انصار میں سب سے آخر میں اسلام لانے والوں میں تھے۔

مدینے آمد کے بعد ہر انصاری کی کوشش تھی کہ خدمت اقدس میں بکرا بہ طور ہدیہ پیش کرے۔ام سلیم کے پاس کچھ نہ تھا، جسے آپ ﷺ کے خدمت میں پیش کرتیں، چناں چہ وہ اپنے بیٹے انس کو لے کر آئیں اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! میرا یہ بیٹا آپ کی خدمت کرے گا، میرے پاس (اس کے سوا) ہدیہ دینے کے لیے کچھ نہیں، اس کے لیے دعا فرمایئے۔آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اسے مال اور اولاد کثرت سے عطا فرما۔(۵۴)

آپ ﷺ انس بن مالک کے گھر میں داخل ہوئے، مدینے آمد کے وقت انس کی عمر دس سال تھی، گھر کی خواتین انس کو خدمت کے جذبے پر ابھارتیں۔ جب آپ ﷺ آئے تو انس نے ایک پالتو بکری سے دودھ دوہا اور گھر سے تھوڑا سا پانی لے کر اس میں دودھ ملا کر خدمت میں پیش کیا، حضرت ابو بکرؓ آپ کے بائیں طرف اور ایک دیہاتی آپ کے دائیں طرف بیٹھا تھا، آپ ﷺ نے پیالہ اس دیہاتی کو دیتے ہوئے فرمایا کہ

الایمن فالایمن (۵۵)

دائیں جانب سے آغاز کیا جائے۔

اس وقت تک فرض نماز دو رکعت تھی، آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ نوافل میں مشغول ہیں، تو فرمایا: اے لوگو! اللہ کے فریضے کو قبول کرو۔

چناں چہ مسافر کے لیے نماز کی رکعتوں کی تعداد یہی رہی اور مقیم کے لیے اضافہ کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۲ربیع الاول، آپ ﷺ کی مدینے آمد کے ایک ماہ بعد پیش آیا۔

صحابۂ کرام کو تیز بخار لاحق ہونے کا واقعہ بھی پیش آیا۔ حضرت عائشہ حضرت ابو بکر کے پاس آئیں تو وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

كل امرئ مصبح في أهله
والموت أقرب من شراك نعله

ہر آدمی صبح تو اپنے اہل وعیال میں کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے۔

عامر بن فہیرہ کے پاس آئیں تو وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

کل امرئ مدافع بطوقه

الثور یحمی جلده بروقه

ہر شخص اپنی قوت کی بہ قدر مدافعت کرتا ہے۔ (جیسے) بیل اپنی چمڑی کی حفاظت سینگ سے کرتا ہے۔
بلال کے پاس آئیں تو وہ یہ شعر گنگنا رہے تھے:

ألا لیت شعری هل أبیتن لیلة

بواد وحولی اذخر و جلیل

وهل أردن یوماً میاه مجنة

وهل یبدون لی شامة وطفیل

اے کاش! کیا میں ایک رات بسر کرسکوں گا۔ ایسی وادی میں کہ میرے اردگرد اذخر اور جلیل گھاس ہو۔ کیا میں کسی دن مجنہ پانی کی طرف لوٹایا جاؤں گا۔ کیا کبھی میرے آنکھوں کے سامنے شامہ اور طفیل آئیں گے۔

بلال اکثر یہ بددعا کرتے تھے: اے اللہ! لعنت فرما عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب اور ابوجہل بن ہشام پر، کیوں کہ انہوں نے ہمیں مکے سے نکالا۔ حضرت عائشہ نے حضور ﷺ کو ان حضرات کے بخار کے بارے میں بتایا تو آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! مکے کی طرح مدینے کو بھی ہمارے لیے محبوب بنادے، مکے کی طرح مدینے میں بھی ہمیں برکت عطا فرما، مدینے کے صاع اور مد میں برکت عطا فرما اور اس کی وبا کو مہیعہ منتقل کردے۔ مہیعہ سے جحفہ مراد ہے۔ (۵۶)

ایک مرتبہ آپ ﷺ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ بخار کے باعث صحابہ کرام بیٹھ کر نماز ادا کررہے ہیں، یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے سے آدھا اجر ملتا ہے۔ (۵۷) یہ سن کر صحابہ کرام نے کھڑے ہو کر نماز ختم کی۔ پھر آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! مدینے میں مکے سے دگنی برکت عطا فرما! (۵۸)

رمضان کے مہینے میں آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ انصار و مہاجرین کے مابین مواخات قائم فرمائیں۔ اس ارادے سے آپ مسجد تشریف لائے اور فرمانے لگے: فلان بن فلان کہاں ہے؟ آپ ﷺ مسلسل ایک ایک کا نام لیتے رہے اور غیر حاضر افراد کی طرف قاصد بھیجتے رہے، جب سب آپ کے پاس جمع ہوگئے، آپ نے فرمایا: میں تم سے ایک بات کرنے والا ہوں، اسے خوب یاد رکھو اور بعد

کے لوگوں کو بتاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے بہتوں کا انتخاب فرمایا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (۵۹)

فرشتوں اور انسانوں میں سے اللہ جس کو چاہتا ہے پیغام پہنچانے کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔

اور میں بھی تم میں سے اپنے پسندیدہ افراد کا انتخاب کروں گا، ان کے درمیان بھائی چارگی کا رشتہ قائم کروں گا، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے مابین فرمایا ہے۔ اے ابوبکر، اٹھو! ابوبکر اٹھے اور آپ ﷺ کے سامنے آئے، آپ نے فرمایا: تمہارا مجھ پر ایسا احسان ہے، جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ دیں گے، اگر مجھے خلیل (دوست) بنانے کا اختیار ہوتا تو تمہیں ہی خلیل بناتا۔ تم میرے لیے ایسے ہو، جیسے میرے بدن سے لگی یہ قمیص ہے، آپ ﷺ نے اپنی قمیص کو حرکت دے کر یہ جملہ فرمایا۔

پھر فرمایا: اے عمر! قریب ہو جاؤ۔ عمر قریب ہوئے تو فرمایا: اے ابوحفص! تم ہم پر بہت جھلانے والے تھے، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ دین اسلام کو تمہارے یا ابوجہل کے ذریعے عزت بخشے، تمہارے حق میں اللہ تعالیٰ نے میری درخواست قبول فرمالی اور تم مجھے زیادہ محبوب تھے، تم میرے نزدیک اس امت کے تیسرے (ستون) ہو۔ پھر وہ ذرا پیچھے ہٹے اور عمر وابوبکر کے درمیان رشتۂ مواخات قائم فرمایا۔

عثمان بن عفان کو طلب کیا اور کہا: اے عثمان! قریب ہو جاؤ، عثمان قریب ہوتے رہے، یہاں تک کہ ان کا گھٹنا آپ ﷺ کے گھٹنے سے متصل ہو گیا۔ پھر آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا: سبحان اللہ العظیم! پھر عثمان کی طرف دیکھا تو ان کا (جبّے کے اوپر کا) ازار بند کھلا ہوا پایا، اسے اپنے دست مبارک سے گرہ لگائی اور فرمایا: میرے سامنے چادر کے دونوں کنارے اپنی گردن پر لپیٹ دو، کیوں کہ تمہارا اہل سما کے ہاں ایک (اعلیٰ) مقام ہے، تم وہ شخص ہو جو حوض (کوثر) میں میرے سامنے اس حال میں آؤ گے کہ تمہاری گردن کی رگوں سے خون اُبل رہا ہو گا۔

عبدالرحمٰن بن عوف کو بلا کر فرمایا کہ اے اللہ کے امانت دار! قریب ہو جاؤ، تمہارے مال کو اللہ تعالیٰ نے حق کی راہ میں لگا دیا ہے، بہ ہر حال تمہارے لیے میرے پاس ایک دعا ہے جو میں نے مؤخر کر دی ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا: آپ ہی انتخاب فرما دیجیے، فرمایا: اللہ تمہارے مال میں اضافہ فرمائے۔ پھر وہ پیچھے ہٹے اور آپ ﷺ نے ان کے اور عثمان کے مابین رشتۂ مؤاخات قائم فرمایا۔

پھر طلحہ اور زبیر کو طلب فرما کر انہیں قریب ہونے کا حکم دیا۔ دونوں قریب ہوئے تو آپ ﷺ نے

فرمایا: عیسیٰ بن مریم کے حواریین کی طرح تم میرے حواری (محافظ) ہو۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے دونوں کو رشتۂ مؤاخات کی لڑی میں پرودیا۔

پھر سعد بن ابی وقاص اور عمار بن یاسر کو طلب کیا اور فرمایا: اے عمار! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ ارشاد فرما کر دونوں کے مابین رشتۂ مؤاخات قائم فرمایا۔

پھر ابو درداعمیر اور سلمان فارسی کو طلب کر کے فرمایا: اے سلمان! تم ہمارے لیے گھر کے ایک فرد کی طرح ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہلا اور پچھلا علم عطا فرمایا ہے۔ پھر فرمایا کہ اے ابو دردا! میں تم سے ایک درخواست کرتا ہوں ابو دردا نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیوں نہیں، (حکم فرمائیے) فرمایا: اگر تم ان پر تنقید کرو گے تو وہ تم پر بھی تنقید کریں گے، اگر تم انہیں چھوڑ دو گے تو وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے، تو تم اپنی عزت گروی رکھ دو، اس دن کے لیے جب تمہیں اس کی احتیاج ہوگی (روز قیامت)، جان لو! بدلہ و جزا کا دن تمہارے سامنے (قریب) ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دونوں کے مابین رشتۂ مؤاخات قائم فرمایا۔

دیگر صحابہ کے چہروں پر نظریں دوڑا کر فرمایا: خوش ہو جاؤ! اور آنکھیں ٹھنڈی کر لو، کہ تم حوض (کوثر) پر میرے پاس سب سے پہلے آنے والے ہو، اور تم اونچے کمروں میں (رہائش پذیر) ہو گے۔

عبد اللہ بن عمر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جو جسے چاہتا ہے گمراہی سے نکال کر ہدایت دیتا ہے۔

علی بن ابی طالب نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنے صحابہ کو جس طرح انعام واکرام سے نوازا ہے، اسے دیکھ کر میری روح نکل گئی اور میری کمر ٹوٹ گئی، اگر (مجھے محروم رکھنا) کسی ناراضی کے باعث ہے تو میں آپ کو راضی کروں گا اور آپ کا اکرام کروں گا۔ فرمایا: قسم اس ذات کی جس نے مجھے حق دے کر مبعوث فرمایا! تمہیں میں نے صرف اپنے ساتھ خاص کرنے کے لیے مؤخر کیا، تم میرے لیے ایسے ہو، جیسے حضرت موسیٰ کے لیے حضرت ہارون، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں، تم میرے بھائی اور وارث ہو۔

کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں آپ کی کس چیز کا وارث ہوں؟

فرمایا: اسی چیز کا جو مجھ سے پہلے انبیا وراثت میں چھوڑ گئے۔

کہا: آپ سے پہلے کے انبیا وراثت میں کیا چیز چھوڑ کر گئے؟ فرمایا: اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت۔ تم جنت میں میرے محل میں میری بیٹی فاطمہ کے ساتھ ہو گے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ O(۶۰)

وہ تختوں پر آمنے سامنے بھائی بھائی بنے بیٹھے ہوں گے۔

ولید بن مغیرہ کی مکے اور ابو احیحہ کی طائف میں وفات ہوئی۔ مسلمانوں کو ان کی وفات کی خبر پہنچی۔

شوال کے مہینے میں عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے تو مسلمانوں نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا، کیوں کہ انہیں ڈر تھا کہ یہود نے ان کی خواتین پر جادو نہ کر دیا ہو۔ یہ مہاجرین کے پہلے بچے ہیں، جو مدینے میں پیدا ہوئے۔ ابوبکر اور زبیر کو مبارک باد دی جانے لگی۔ اسما بنت ابی بکر نے انہیں اس وقت تک دودھ نہیں پلایا، جب تک آپ ﷺ کے پاس نہیں لے آئیں اور آپ نے اپنی گود میں لے کر کھجور سے تحنیک نہ فرما دی۔ یوں عبداللہ کے پیٹ میں سب سے پہلے آپ ﷺ کا لعاب مبارک داخل ہوا، آپ نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔(۶۱)

پہلے سریے کی روانگی

آپ ﷺ نے عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب بن عبدمناف کو جھنڈا تیار کر کے دیا، انہیں ساٹھ مہاجرین کا امیر مقرر کیا، اس دستے میں کوئی انصاری مسلمان نہ تھا۔ یہ پہلا جھنڈا ہے، جو آپ نے مدینے میں تیار کیا۔ انہیں رابغ نامی نشیبی علاقے کی طرف روانہ ہونے کا حکم فرمایا، جحفہ کے قریب مرہ ٹیلے کے پاس پہنچے تو احیاء نامی چشمے پر ان کی مڈبھیڑ مشرکین کے قافلے سے ہوئی۔ مشرکین کے قافلے کے سردار ابو سفیان تھے، دونوں اطراف سے صرف تیروں کا تبادلہ ہوا، مسلمان رامیہ کی طرف مڑ گئے، مقداد بن عمرو بن اسود یا عتبہ بن غزوان مشرکین کے قافلے سے نکل کر مسلمانوں سے آملے۔ پھر دونوں فریق بغیر تلوار سونتے اپنی اپنی راہ ہو لیے۔ ایک اور روایت کے مطابق مشرکین کے سردار مکرز بن حفص بن اخیف تھے۔ عبیدہ بن حارث کی طرف سے مسطح بن اثاثہ نے جھنڈا تھام رکھا تھا۔

تیس مہاجرین پر مشتمل دوسرا سریہ آپ ﷺ نے حمزہ بن عبدالمطلب کی سرکردگی میں تیار فرمایا، انہیں جہینہ کی سرزمین پر عیص کی طرف ساحل سمندر پہنچنے کا حکم دیا، تاکہ وہاں سے گذرنے والے قریشی قافلے کا راستہ روکیں۔ ابوجہل بن ہشام کی امارت میں تین سو مکی سواروں سے آمنا سامنا ہوا۔ مجدی بن عمرو جہنی نے بیچ میں آکر صلح صفائی کرائی، مجدی دونوں کا حلیف تھا، دونوں فریق بغیر لڑائی کے جدا ہو گئے، حضرت حمزہ کی طرف سے اس روز جھنڈا امرثد نے تھام رکھا تھا۔

ماہ شوال میں ہجرت مدینہ کے اٹھارہ ماہ بعد آپ ﷺ نے حضرت عائشہ سے عروسی فرمائی، اس

وقت ان کی عمر نو سال تھی، آپ ﷺ ہجرت سے تین سال قبل مکے میں ان سے نکاح فرما چکے تھے، جب ان کی عمر چھ سال تھی۔ زیب و زینت کے ساتھ حضرت عائشہ آپ ﷺ کے حوالے کی گئیں، ان کے سوا کسی باکرہ خاتون سے آپ ﷺ نے نکاح نہیں فرمایا۔

ذوالقعدہ میں آپ ﷺ نے بیس سواروں پر مشتمل ایک دستہ سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں تیار فرمایا، ان کا مقصد قافلے کو روکنا تھا، یہ سریہ پا پیادہ روانہ ہوا، یہ حضرات دن کو چھپ جاتے اور رات کو چلتے، پانچویں دن صبح کے وقت یہ حضرات حرار پہنچے، متذکرہ قافلہ ایک دن قبل یہاں سے گذر چکا تھا، اس لیے یہ واپس پلٹ آئے۔ اس دن حضرت سعد کی طرف سے جھنڈا تھامنے والے مقداد بن عمرو تھے۔

ابوقیس بن سلت خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی، اس نے کہا: آپ کی دعوت کتنی ہی اچھی ہے! میں ذرا غور وفکر کر کے آپ کے پاس آتا ہوں۔ واپسی میں عبداللہ بن ابی سے ملاقات ہوئی تو عبداللہ بن ابی نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے خزرج سے لڑنا سخت ناپسند ہے۔ ابوقیس نے کہا کہ میں ایک سال تک ایمان نہیں لاتا، لیکن ذی الحجہ میں اس کا انتقال ہو گیا۔

۲ ہجری کے واقعات

عبداللہ بن محمد بن مدینی، اسحاق بن ابراہیم حنظلی، عبدالرزاق، معمر، ایوب سے اور وہ سعید بن جبیر، ان کے والد، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب مدینے تشریف لائے تو یہودیوں کو عاشورا کا روزہ رکھتے پایا، آپ نے پوچھا کہ یہ روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ کہنے لگے: وہ ایک عظیم دن تھا، جب اللہ نے موسیٰ کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو دریا میں غرق کر دیا، تب موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کی خاطر روزہ رکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں موسیٰ کا زیادہ حق دار ہوں، اور مجھے ان کا روزہ رکھنے کا تم سے زیادہ حق حاصل ہے۔ (۶۲)

راوی کہتا ہے: آپ ﷺ کی مدینہ منورہ پہلی آمد پر ہجرت کے دوسرے سال کے آغاز میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عاشورا کے روز یہودی روزہ رکھتے ہیں، اس روزے کے بارے میں آپ نے پوچھا تو یہودیوں نے بتایا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اور آل فرعون غرقاب ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر اس دن کا روزہ رکھا، آپ ﷺ نے بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ میں موسیٰ کا زیادہ حق دار ہوں۔ چناں چہ اس دن آپ نے اور مسلمانوں نے روزہ رکھا۔

صفر کے مہینے میں آپ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ کا حضرت علی سے نکاح فرمایا، اور حضرت علی کو حکم دیا:

اسے کچھ دو! حضرت علی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تمہاری حطمی زرہ کہاں ہے؟ چناں چہ حضرت فاطمہ کو حضرت علی کی زرہ دی گئی۔ (۶۳)

حضرت فاطمہ وعلی کے نکاح کے حوالے سے بہت سی ایسی روایتیں مشہور ہیں جو حقیقت کے بہ جائے قصہ گوئی کے زیادہ قریب معلوم ہوتی ہیں، اسی لیے میں انہیں بیان نہیں کر رہا، کیوں کہ مجھے علم ہے کہ (روایت کے) قواعد کے اعتبار سے یہ روایتیں صحیح نہیں۔

پھر آپ ﷺ نے غزوۂ ابوا کی تیاری فرمائی، یہ پہلا غزوہ ہے جس میں آپ بنفس نفیس شریک ہوئے، ابوا اور ودان کے مابین چھ میل کا فاصلہ ہے، ہجرت مدینہ کے عین پہلے سال کے اختتام پر ربیع الاول کے مہینے میں آپ ﷺ مہاجرین کو لے کر اس غزوے میں روانہ ہوئے، اس غزوے میں بھی کوئی انصاری نہیں تھا۔ سعد بن عبادہ بن دلیم کو مدینے میں اپنا خلیفہ بنایا، حمزہ بن عبدالمطلب نے جھنڈا تھاما ہوا تھا، آپ ﷺ مدینہ سے پندرہ روز تک باہر رہنے کے بعد پھر مدینے واپس ہوئے۔ اس غزوے میں جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

ابوا ایک پہاڑ کا نام ہے، ودان اور ابوا کے درمیان میں راستہ ہے۔ ان دونوں مقامات پر آپ ﷺ وارد ہوئے، اس غزوے میں آپ ﷺ نے مخشی بن عمرو ضمری سے مصالحت فرمائی۔ (۶۴)

پھر آپ ﷺ دو سو صحابہ کے ہم راہ رضویٰ کی جانب روانہ ہوئے، اس غزوے کا مقصد قریش کے قافلے کو روکنا تھا جس میں امیہ بن خلف بھی تھا۔

اس موقع پر آپ ﷺ نے سعد بن معاذ کو مدینے میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا، سعد بن ابی وقاص نے آپ کا جھنڈا تھاما۔ اس غزوے میں بھی لڑائی کی نوبت پیش نہیں آئی اور آپ ﷺ مدینے لوٹ آئے۔

بعد ازاں آپ نے سعد بن ابی وقاص کو سات یا آٹھ افراد کے ہم راہ حجاز کی سرزمین خرار کی جانب روانہ فرمایا، یہ سریہ بھی بغیر جنگ کے واپس آیا۔ مدینے کی ایک چراگاہ میں مویشی چر رہے تھے، کرز بن جابر فہری انہیں ہنکا کر لے گیا، آپ ﷺ مہاجرین کو لے کر اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے، اب حضرت علی بن ابی طالب نے جھنڈا تھاما ہوا تھا۔ اس موقع پر زید بن حارثہ کو مدینے میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ کرز کے تعاقب میں بدر کے مقام تک آپہنچے، کرز جان بچا کے بھاگ گیا تو آپ ﷺ مدینے لوٹ آئے۔ اس غزوے کو بدر اولیٰ (یعنی بدر کا پہلا معرکہ) کہا جاتا ہے۔

جمادی اولیٰ میں نعمان بن بشیر پیدا ہوئے، ان کی والدہ عمرہ بنت رواحہ آپ ﷺ کے پاس انہیں لے کر آئیں، آپ نے تحنیک فرمائی، آپ ﷺ کی مدینے آمد کے بعد یہ انصار میں کسی بچے کی پہلی

پیدائش تھی۔

عبداللہ بن جحش کی سرکردگی میں بارہ مہاجرین پر مشتمل ایک سریہ آپ ﷺ نے رجب میں روانہ فرمایا، ان میں بھی کوئی انصاری نہ تھا، انہیں ایک خط لکھ کر دیا اور فرمایا: اس خط کو لے لو، جب دو دن کی مسافت طے کرلو تو اسے کھول کر پڑھنا، اور اس میں لکھی ہدایات پر عمل کرنا۔

عبداللہ بن جحش کے ساتھ بنی عدی بن کعب کے حلیف عتبہ بن ربیعہ، سعد بن ابی وقاص، سہیل بن بیضاء، عتبہ بن غزوان، بنی عدی بن بیضا کے حلیف واقد بن عبداللہ تمیمی، بنی عدی کے حلیف خالد بن بکیر اور عکاشہ بن محصن بھی تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق عبداللہ بن جحش دو دن تک چلتے رہے، پھر خط کھولا تو اس میں لکھا تھا: چلتے رہو یہاں تک کہ اللہ کا نام لے کر نخلہ میں اترو، اپنے رفقا میں سے کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کرنا، جو ساتھ چلنے پر تیار ہو جائے اسے لے کر نخلہ کے نشیب میں چلے جانا اور وہاں قریش کے قافلے پر گھات لگانا۔

خط پڑھ کر عبداللہ نے کہا: میں تم میں سے کسی کو مجبور نہیں کروں گا، جو شہادت کا طلب گار ہے وہ چلے، میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پورا کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔ عبداللہ چلے تو دیگر رفقا بھی ساتھ ہو لیے، جب بحران جو حجاز میں الفرع کا نواحی علاقہ ہے، پہنچے تو عتبہ بن غزوان اور سعد بن ابی وقاص سے ایک اونٹ گم ہو گیا جس کی تلاش میں نکل کر یہ دونوں حضرات سریے سے پیچھے رہ گئے، عبداللہ بن جحش چلتے ہوئے اس مقام پر آ گئے جہاں کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا تھا، قریش کے ایک قافلے کو دیکھا، اس قافلے میں عمرو بن حضرمی، حکم بن کیسان، عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ، نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ تھے۔ قافلے والوں نے جب ان حضرات کو دیکھا تو سخت خوفزدہ ہوئے اور گھبرائے، عکاشہ بن محصن ان کے سامنے نمودار ہوئے، عکاشہ کا سر منڈا ہوا تھا، انہیں دیکھ کر عمار نے کہا: تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے، اور امان دے دی، یہ لوگ آپ ﷺ کے صحابہ سے ان کے بارے میں مشورہ کرنے لگے، یہ رجب کا آخری دن تھا۔

مسلمانوں نے کہا کہ اگر ہم نے آج تاخیر کی تو یہ لوگ مقدس مہینوں میں داخل ہو جائیں گے اور محفوظ ہو جائیں گے، اس وقت اگر ہم نے ان سے کچھ حاصل کیا تو وہ حاصل مقدس مہینے میں ہوگا۔ واقد بن عبداللہ نے عمرو بن حضرمی کو تیر مار کر قتل کر دیا اور عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ کو قید کر لیا۔ قیدی اور قافلے کے اونٹوں کو لے کر یہ حضرات آپ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے توقف کیا اور مال غنیمت میں سے کچھ نہیں لیا اور دونوں قیدیوں کو محبوس رکھنے کا حکم دیا۔ صحابہ سے فرمایا: میں نے تمہیں شہر حرام میں قتال کا حکم

نہیں دیا تھا۔سب شرمندہ ہوئے اور سمجھے کہ ہلاک ہو گئے ،قریش والے بھی کہنے لگے:قتل اور مال لے کر شہر حرام کی حرمت کو پامال کیا گیا۔تب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے قول،صحابہ کے دلی خدشے اوران کے فعل کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِیْهِ کَبِیْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَکُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَکْبَرُ عِنْدَاللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (۶۵)

لوگ آپ سے حرمت کے مہینوں میں قتال کے بارے میں سوال کرتے ہیں،آپ کہہ دیجئے کہ اس میں لڑائی کرنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اوراس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اوراس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑھ کر ہے،اور فتنہ،قتل سے بھی زیادہ سنگین ہے۔

آیت میں فرمایا کہ جب تم حرم میں تھے تو یہ لوگ تمہیں دین سے پھیرنے کے لیے طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے تاکہ تم ایمان کے بعد کفر اختیار کرلو،ان کے کفراور اللہ کی راہ سے روکنے اور تمہیں وہاں سے نکالنے کے ساتھ یہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک انہیں شہر حرام میں قتل کرنے سے بڑا فعل ہے۔

اس بارے میں جب قرآن نازل ہوا تو آپ ﷺ نے سامان سے لدھا اونٹ لے لیا۔اسیروں میں سے حکم اسلام لے آیا،آپ ﷺ کی خدمت میں ہی رہا اور بئر معونہ کی جنگ میں شہید ہو گیا،عثمان کا آپ ﷺ نے فدیہ لیا اور مکے لوٹا دیا،عثمان وہیں حالت شرک میں مرا۔(۶۶)

ابوسلمہ بن عبدالاسد کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنا کر آپ ﷺ مہاجرین کے ساتھ ذی العشیرہ روانہ ہوئے،حمزہ بن عبدالمطلب نے جھنڈا اٹھا رکھا تھا،جب ینبع کے علاقے میں پہنچے تو بنی مدلج اوران کے حلفا بنوضمرہ سے مصالحت فرمائی اور واپس لوٹ گئے۔

آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ کعبے کو قبلہ بنایا جائے،عمر بن خطاب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے اللہ کے رسول!اگر آپ مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنالیں تو کیا ہی اچھا ہو!تب یہ آیت نازل ہوئی:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ۝ (۶۷)

بے شک ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم آپ کا رخ ضرور اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جو آپ کو پسند ہے، لہٰذا آپ (نماز میں) مسجد الحرام کی طرف منہ کر لیا کریں اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہوا کرو (نماز میں) اسی کی طرف اپنا منہ کر لیا کرو اور بے شک یہ اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ یہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ان کے اعمال سے بے خبر نہیں۔

یہود کے بیوقوف کہنے لگے:

مَاوَلّٰىهُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِهِمُ الَّتِىۡ كَانُوۡا عَلَيۡهَا (۶۸)

تب یہ آیت نازل ہوئی:

قُلۡ لِّلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ ؕ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ (۶۹)

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ مشرق و مغرب تو اللہ ہی کے ہیں وہ جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

پندرہ شعبان، منگل کے روز ظہر کی نماز میں قبلہ کو کعبہ قرار دے دیا گیا۔ اس طرح آپ ﷺ نے مدینہ آمد کے بعد بیت المقدس کی طرف رخ کر کے سترہ ماہ اور تین دن نمازیں ادا فرمائیں۔ (۷۰)

نماز کے بعد ایک شخص نے انصار کو دیکھا کہ عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ادا کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی ہے، یہ سن کر لوگ نماز میں کعبہ کی طرف پھر گئے۔

اللہ تعالیٰ نے شعبان ہی میں روزے کی فرضیت کا حکم فرمایا۔ فرضیت رمضان کے بعد آپ ﷺ نے عاشورا کے روزے کا حکم دیا نہ منع فرمایا۔

حوالے

۱۔ مزید دیکھیے: احمد۔ مسند: ج ۴، ص ۲۱۵۔ ترمذی: ج ۴، ص ۵۸۹۔ ابن ہشام۔ سیرت: ج ۱، ص ۱۷۱۔ بیہقی۔ دلائل النبوہ: ج ۱، ص ۷۵

۲۔ مسلم۔ کتاب الصیام: رقم ۱۹۷۔ احمد۔ مسند: ج ۵، ص ۲۹۷

۳۔ قلیس۔ یا قلیس۔ سہیلی۔ الروض الانف: ج ۱، ص ۶۳

۴۔ ابن ہشام۔ سیرت: ج ۱، ص ۴۴

۵۔ مُغَمّس۔ مکہ سے تقریباً چھ میل دور، دیکھیے: بیہقی۔ دلائل النبوۃ: ج ۱، ص ۱۱۸

۶۔ الفیل:۵۔۱

۷۔ اس قصے کی مزید تفصیلات ملاحظہ کیجیے: سیرت حلبیہ: ج۱،ص۲۲۹۔ابن ہشام۔سیرت: ج۱،ص۱۱۶۔بیہقی۔ دلائل النبوۃ: ج۱،ص۱۱۷۔سہیلی۔الروض الانف: ج۱،ص۶۳

۸۔ الفاظ کے معمولی تغیر کے ساتھ دیکھیے: مسلم۔صحیح: ج۳،ص۲۱۲

۹۔ دیکھیے: بیہقی۔دلائل النبوۃ: ج۵،ص۱۳۵۔طبرانی۔المعجم الکبیر: رقم ۶۷۲۴۔مجمع الزوائد: ج۸،ص۲۱۹۔کنز العمال: رقم ۳۱۸۷۴۔

۱۰۔ دیکھیے: الاصابہ: ج۴،ص۳۰۔اسد الغابۃ: ج۲،ص۲۱۵

۱۱۔ اسد الغابۃ: ج۲،ص۵۰۔استیعاب: ج۱،ص۳۷۳۔حاکم۔مستدرک: ج۱،ص۳۶۵

۱۲۔ دیکھیے: سہیلی۔الروض الانف: ج۱،ص۱۸۲

۱۳۔ یہ حدیث دیکھیے: ابویعلیٰ۔مسند: ج۲،ص۲۵۳۔ابن ہشام۔سیرت: ج۱،ص۱۷۱۔ابن حبان۔صحیح: رقم ۶۳۳۵۔ابن عساکر۔سیرت نبوی: ج۴۷اور۷۶۔ہیثمی۔مجمع الزوائد: ج۸،ص۲۰۰

۱۴۔ ابن کثیر۔البدایۃ والنہایۃ: ج۲،ص۲۸۴۔ابونعیم۔دلائل النبوۃ: رقم ۱۰۸۔سیوطی۔الفصائص: ج۱،ص۲۱۱۔ابن حجر۔الاصابۃ: ج۱،ص۱۷۹

۱۵۔ دیکھیے: المواہب اللدنیۃ: ج۱،ص۱۹۲۔سہیلی۔الروض الانف: ج۱،ص۲۱۳

۱۶۔ بخاری: ج۱،ص۲۵۔مسلم: ج۱،ص۹۷

۱۷۔ دیکھیے: ترمذی۔سنن: رقم ۳۶۰۹۔ابونعیم۔دلائل النبوۃ: ج۱،ص۸

۱۸۔ العلق: ۱،۵

۱۹۔ دیکھیے: بخاری۔الصحیح: ج۱،ص۲۰۱۔مسلم۔الصحیح، کتاب الایمان: رقم ۲۵۷

۲۰۔ الشعراء: ۲۱۴

۲۱۔ ابن کثیر۔البدایۃ والنہایۃ: ج۲،ص۳۸

۲۲۔ اسد الغابۃ: ج۵،ص۲۸۶۔الاصابۃ: ج۸،۲۷۳

۲۳۔ ص: ۵۔دیکھیے: ابن کثیر۔تفسیر: ج۴،ص۲۸،۲۷

۲۴۔ دیکھیے: احمد۔مسند: ج۱،ص۴۶۱۔بیہقی۔دلائل النبوۃ: ج۲،ص۲۹۴،۲۹۵

۲۵۔ دیکھیے: حاکم۔مستدرک: ج۲،ص۶۱۱۔دار قطنی۔السنن: ج۳،ص۴۴۔بیہقی۔دلائل النبوۃ: ج۵،ص۳۸۰

۲۶۔ بخاری۔صحیح: ج۶،ص۱۰۶۔مسلم۔صحیح: ص۱۴۱۹۔ترمذی۔سنن: رقم ۳۳۴۶

۲۷۔ ترمذی: سنن: رقم ۳۳۴۶۔احمد۔مسند: رقم ۲۳۲۱اور ۳۰۴۵۔ابن حجر۔فتح الباری: ج۷،ص۲۲

۲۸۔ فصلت: ۱۳

۲۹۔ دیکھیے: ہیثمی۔مجمع الزوائد: ج۶،ص۲۰۔ابن کثیر۔البدایۃ والنہایۃ: ج۲،ص۶۳

۳۰۔ دیکھیے: ابن کثیر۔ البدایۃ والنہایۃ: ج ۳، ص ۷۹، ۸۰، ۸۱۔ ابونعیم۔ دلائل النبوۃ: رقم ۱۹۲

۳۱۔ دیکھیے: ابن ہشام۔ سیرت: ج ۲، ص ۶۰، ۶۳

۳۲۔ الانعام: ۱۵۱

۳۳۔ النحل: ۹۰

۳۴۔ الاحزاب: ۴۵، ۴۶

۳۵۔ دیکھیے: بیہقی۔ دلائل النبوۃ: ج ۲، ص ۴۲۲

۳۶۔ دیکھیے: ابونعیم۔ دلائل النبوۃ: رقم ۲۱۶

۳۷۔ دیکھیے: ابن کثیر۔ البدایۃ والنہایۃ: ج ۳، ص ۱۳۹

۳۸۔ دیکھیے: ایضاً: ج ۳، ص ۱۶۵

۳۹۔ دیکھیے: ابن اسحاق۔ سیرت: ج ۱، ص ۱۲۱

۴۰۔ دیکھیے: ابن کثیر۔ البدایۃ والنہایۃ: ج ۳، ص ۱۵۲

۴۱۔ دیکھیے: ابن اسحاق۔ سیرت: ج ۱، ص ۱۲۳۔ ابوداؤد۔ سنن: رقم ۱۰۶۹۔ ابن ماجہ۔ سنن: ۱۰۸۲

۴۲۔ یہ حدیث دیکھیے: بخاری۔ صحیح: رقم ۳۲۰۸ اور ۳۸۸۷۔ مسلم۔ صحیح: رقم ۱۶۴ اور ۲۶۴۔ بیہقی۔ دلائل النبوۃ: ج ۲، ص ۳۷۳

۴۳۔ دیکھیے: ترمذی، سنن: رقم ۱۴۹۔ ابوداؤد۔ سنن: رقم ۳۹۳۔ نسائی۔ سنن: ج ۱، ص ۲۵۱

۴۴۔ دیکھیے: مالک۔ مؤطا: ج ۲، ص ۴۴۵۔ ابن ماجہ۔ سنن: رقم ۲۸۶۶

۴۵۔ دیکھیے: احمد۔ مسند: ج ۲، ص ۳۳۹۔ ابن سعد۔ طبقات: ج ۱، ص ۲۲۲۔ ذہبی۔ تاریخ الاسلام: ج ۲، ص ۲۰۰

۴۶۔ دیکھیے: بیہقی۔ دلائل النبوۃ: ج ۲، ص ۴۳۱

۴۷۔ ابن کثیر۔ البدایۃ والنہایۃ: ج ۳، ص ۱۶۴۔

۴۸۔ دیکھیے: ابن ہشام۔ سیرت: ج ۲، ص ۱۲۴۔ ابن کثیر۔ البادیۃ والنہایۃ: ج ۳، ص ۱۷۴

۴۹۔ ابن ہشام۔ سیرت: ج ۲، ص ۱۲۷

۵۰۔ الحج: ۳۹

۵۱۔ دیکھیے: ابن سعد۔ طبقات: ج ۱، ص ۲۳۰۔ ابن کثیر۔ البدایۃ والنہایۃ: ج ۳، ص ۱۹۲

۵۲۔ دیکھیے: بخاری۔ صحیح: رقم ۳۹۳۲۔ مسلم۔ صحیح: ج ۳، ص ۱۱۱۔ ابن سعد۔ طبقات: ج ۱، ص ۲۳۹۔ ابن ہشام۔ سیرت: ج ۲، ص ۱۱۴

۵۳۔ دیکھیے: اسد الغابۃ: ج ۱، ص ۲۰۱۔ احمد۔ مسند: ج ۳، ص ۴۶۰۔ طبرانی۔ المعجم الکبیر: ج ۲، ص ۱۱۸۳

۵۴۔ بخاری۔ صحیح: رقم ۵۹۴۵۔ مسلم۔ صحیح: رقم ۲۶۰۔ ترمذی سنن: رقم ۳۸۲۷

۵۵۔ دیکھیے: بخاری۔ صحیح: رقم ۵۲۸۹۔ مالک۔ مؤطا: ج ۲، ص ۹۲۶

۵۶۔ بخاری۔ صحیح: ج ۳، ص ۳۰۔ احمد۔ مسند: ج ۶، ص ۵۶۔ ابن حجر۔ فتح الباری: ج ۴، ص ۹۹

۵۷۔ دیکھیے: عبدالرزاق۔ مصنف: رقم ۱۲۱۴۱۔ نسائی۔ سنن: ج ۲، ص ۲۱۔ دارقطنی۔ سنن: ج ۱، ص ۳۹۷

۵۸۔ بخاری۔ صحیح: ج ۳، ص ۲۹۔ مسلم۔ صحیح: رقم ۹۹۴

۵۹۔ الحج: ۷۵

۶۰۔ الحجر: ۴۷

۶۱۔ دیکھیے: اسدالغابۃ: ج ۲، ص ۵۹۷۔ استیعاب: ج ۳، ص ۹۰۴

۶۲۔ دیکھیے: بخاری۔ صحیح: رقم ۱۹۰۰۔ مسلم۔ صحیح: رقم ۱۱۳۰۔ ابوداؤد۔ سنن: رقم ۴۴۴

۶۳۔ دیکھیے: ابوداؤد۔ سنن: رقم ۲۱۲۶۔ بیہقی۔ دلائل النبوۃ: ج ۷، ص ۲۵۲۔ ابن ابی شیبہ۔ مصنف: ج ۴، ص ۱۹۹

۶۴۔ دیکھیے: ابن ہشام۔ سیرت: ج ۲، ص ۲۲۵۔ ابن سعد۔ طبقات: ج ۲، ص ۹

۶۵۔ البقرہ: ۲۱۷

۶۶۔ دیکھیے: ابن ہشام۔ سیرت: ج ۲، ص ۲۵۲۔ ابن سعد۔ طبقات: ج ۲، ص ۱۰۔ طبری: تاریخ: ج ۳، ص ۲۴

۶۷۔ البقرہ: ۱۴۴

۶۸۔ البقرہ: ۱۴۲

۶۹۔ البقرہ: ۱۴۲

۷۰۔ تحویل قبلہ کا واقعہ دیکھیے: بخاری۔ صحیح: ج ۲، ص ۲۱۲۔ مسلم۔ صحیح: ج ۱، ص ۳۸۳